امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 8 ستمبر 2019ء بمطابق محرم الحرام 1441ھ شمارہ 7

انتخابات کے نام سے کھیلا جانے والا حالیہ ڈرامہ اور افغان ملت

امن عمل کا التوا اور چند حقائق

طویل ترین لڑائی اور مذاکرات

افغان صدارتی انتخابات کی ناکامی

الفتح آپریشن کی نئی لہریں

بدخشان کے زمرد اور طالبان

جہادی رہنماؤں کی شہادتیں

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: اتدرون ما الغیبۃ؟ قالوا: اللہ ورسولہ اعلم، قال: ذکرک اخاک بما یکرہ، قیل: افرایت ان کان فی اخی ما اقول؟ قال: ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ، وان لم یکن فیہ، فقد بھتہ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا: تیرے بھائی کا ایسا ذکر جسے وہ ناپسند کرے عرض کیا گیا کہ جو کچھ میں کہوں وہ میرے بھائی میں ہو تو پھر؟ فرمایا: اگر وہ اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

امارت اسلامیہ کی عسکری اور سیاسی سرگرمیاں اس طور پر انجام دی جارہی ہیں کہ دونوں میدان ایک دوسرے کے لیے معاون ومددگار ہیں۔ بیرونی غاصب اور اس کے افغان حواری جنگ کے تمام قوانین اور اخلاقی اقدار کا لحاظ کیے بغیر خلاف انتہائی وحشت سے گاؤں، بازار، مساجد، صحت کے مراکز، مدارس اور دیگر مقامات پر اندھی بمباریاں اور مظالم ڈھا رہے ہیں۔ اس کی انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ وہ عام شہریوں کو شہید کررہے ہیں۔ انہیں گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ رات کی تاریکی میں عوام کی چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال کیا جاتا ہے۔ گھروں کے دروازے توڑ دیے جاتے ہیں۔ خواتین اور بچوں کو وحشیانہ انداز میں گہری نیند سے جگا کر ذہنی ٹارچر کیا جاتا ہے۔ عوام کی عزت کی پروا نہیں کی جاتی۔ دشمن فوج مردوں کو ان کی بیویوں، بہنوں اور ماؤں کے سامنے بے رحمی سے شہید کررہی ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۸ / ستمبر ۲۰۱۹ / محرم الحرام ۱۴۴۱ / شمارہ ۶

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’ماہنامہ شریعت‘ امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی ’میڈیا و ثقافتی کمیشن‘ کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

انتخابات کے نام سے کھیلا جانے والا حالیہ ڈرامہ اور افغان ملت	2
مولوی حمد اللہ قانت شہید	3
بری مہاجرین نئے بحران کا شکار	5
امام جلال الدین حقانی کی پہلی برسی	6
قندوز چوک پر ضائع لہو	9
طویل ترین لڑائی اور مذاکرات	10
1919 کی آزادی	11
حامد کرزئی، حقیقت حال	13
مولوی جلال الدین حقانی	14
افغان صدارتی انتخابات کی ناکامی	15
امن مذاکرات میں برتری	17
الفتح آپریشن کی نئی لہریں	18
امن عمل کا التوا اور چند حقائق	19
مہندی کی رات میں دشمن کی سفاکیت	21
بدخشان کے زمرد اور طالبان	23
امن مذاکرات کا ڈراپ سین	24
شہداء کے لواحقین کا احترام	26
طالبان ختم نہیں ہوں گے!	27
علماء سے دشمنی خطرناک ہوگی	28
جہادی رہنماؤں کی شہادتیں	29
دیانت اور بہادری کی پہلی برسی	30
کیمپ ڈیوڈ میٹنگ؟!	31
مذاکرات کے علاوہ کوئی راستہ نہیں	32
مظالم کا ناکام حربہ	33
شام میں روس و امریکا کی کٹھ پتلیاں	34
امریکی حکام اپنا نقصان چھپاتے ہیں	36
جارحیت کے خلاف جدوجہد میں اہم رکاوٹ	37
کرپٹ انٹیلی جنس حکام	38
افغانستان اگست 2019 میں	39
جنگی جرائم اگست 2019	41

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

انتخابات کے نام سے کھیلا جانے والا حالیہ ڈرامہ اور افغان ملت

وطن عزیز پر بیرونی یلغار کے نتیجے میں ہماری مجاہد عوام پر مسلط کی گئی جمہوریت اور ڈیموکریسی کی حقیقت بہت جلد قوم کے سامنے کھل گئی اور قوم سمجھ گئی کہ ڈیموکریسی کا نعرہ صرف بہلانے کے لئے لگایا جارہا ہے، دنیا بھر کے ممالک میں مغرب کی طرف سے جمہوریت میں نہ عوام کی رائے کا احترام ہوتا ہے اور نہ ہی عوام کا اختیار۔ اور پھر ہمارے جیسے مقبوضہ ملک میں تو جمہوریت کی طمع رکھنا خوابوں کی جنت میں رہنا ہے۔

مغرب کی استعماری قوتیں امریکی قیادت میں یہی دلچسپ نعرہ لگا کر اپنے استعماری اہداف کو حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اپنے زیر تسلط ممالک میں ایک مخصوص مدت کے بعد انتخابات کے نام پر ایک ڈرامہ کھیلتے ہیں جس میں اپنی پسند کے کٹھ پتلی افراد کو کامیاب کروا کر کرسی اقتدار تک پہنچاتے ہیں جو اقتدار سنبھالنے کے بعد ان کے ہر حکم کو بلاچون وچرا لبیک کہتے ہیں اور اپنے ملک و قوم کی بجائے ان بیرونی آقاؤں کی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں اور وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔

جب کسی کٹھ پتلی حکمران کی موجودگی میں ان کے اہداف ان کی مرضی کے مطابق پورے نہیں ہوتے تو یہ اس حکمران کو راستے سے ہٹا دیتے ہیں، یا اسے بدنام کرکے اقتدار سے بے دخل کردیتے ہیں اور اس کی جگہ ایسے فرد کو لاکر بٹھادیتے جو اس سے زیادہ وفادار اور دُم ہلانے والا ہو۔ وطن عزیز افغانستان پر حملہ اور قبضہ کے بعد ہمارے سمیت پوری دنیا اس عمل کے عینی شاہد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج ڈیموکریسی اور جمہوریت نے اپنی عالمی حیثیت کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے، اس کی سیاسی اور قانونی حیثیت ہر جگہ ایک سوال کی زد میں ہے اور ہر قوم کے سمجھدار، دوراندیش اور اپنی قومی مفادات کے محافظ لوگ اسے مغربی حکومتوں کی ایک خطرناک سازش سمجھتے ہیں جس کی بدولت وہ آزاد اور خود مختار قوموں کے گلے میں غلامی کا طوق ڈالتے ہیں۔ انہیں اپنی بچھائی ہوئی جال میں اس طرح سے گھیر لیتے ہیں کہ پھر ان کا مذہب، ثقافت، سیاست اور معیشت آزادی کا نام تک نہیں لے سکتے اور یہ سب کچھ پھر ان کا تابع فرمان رہتا ہے۔

اپنے دین، سرزمین، ثقافت اور آزادی پر مرمٹنے والی مغربی تہذیب سے متنفر افغان قوم اب دشمن کے ناپاک عزائم اور مذموم اہداف و مقاصد سے دوسری قوموں کے بنسبت زیادہ آگاہ ہو چکی ہے اس لئے بڑی اکثریت کے ساتھ افغان قوم نے ہر بار انتخابات کے نام سے اس مغربی ڈرامے کو عملی طور پر مسترد کرکے اس کا بائیکاٹ کیا ہے لیکن قابض قوتوں اور ان کے زیر اثر میڈیا نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ہر بار اس کی مشروعیت کے نعرے لگائے اور ہر بار افغان قوم کے گلے کو پست چھری سے ہی کاٹا ہے۔

اب جب کہ ایک بار پھر صدارتی انتخابات کے لئے کئی امیدواروں کے بیچ تگ و دو جاری ہے تو ہر امیدوار کی نگاہیں اپنے آقاؤں کی طرف ہوتی ہیں لیکن مغربی آقاؤں نے اپنے اہداف کے حصول کے لئے ان کے بیچ سے پرانے کھلاڑیوں (اشرف غنی اور عبداللہ) کو چھوڑا اور ان کے ایک دوسرے پر جعلسازی اور ہیرا پھیری کے الزامات کو بھی جمہوریت کی ایک بڑی نشانی قرار دیا ہے۔

افغان قوم جانتی کہ 28 ستمبر کو ہونے والے حالیہ انتخابات بیرونی غاصب قوتوں کی وہ سازش ہے جس کی وجہ سے کابل کا صدارتی محل شاہ شجاع وقت (ببرک کارمل اور کرزئی) سے بدتر اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کے نام سے یاد کئے جانے والے بے ضمیر غلاموں اور کٹھ پتلیوں کے حوالے کیا جائے گا۔ جنہوں نے اپنے گزشتہ پانچ سالہ دور میں اسلام، سرزمین افغانستان اور افغان قوم کی تاریخی قربانیوں اور عظمت کو بیچنے کے وہ تمام اقدامات کرڈالے جن کا آقا نے ان سے مطالبہ کیا، اقتدار تک پہنچتے ہی سب سے پہلے امریکہ کو افغانستان میں اپنی فوجیں دائمی طور پر رکھنے کی سند دیدی۔ اور افغان مسلمان ملت کی تاریخی عظمت اور حریت کو مسخ کرنے کے لئے اور انہیں مغربی قوتوں کی جال میں پھانسنے کے لئے امریکہ کے ساتھ بدنام زمانہ معاہدہ کیا

یہی وجہ ہے کہ افغان قوم نے امارت اسلامیہ کے مطالبہ پر اس ڈرامے کو مسترد کردیا اور جیسا کہ خیال کیا جارہا تھا ویسے ہی ایک بڑی اکثریت اس مسلط کردہ سازش سے بائیکاٹ کے اعلان پر قائم رہی۔

امریکہ اور دیگر مغربی ممالک نے اس بار بھی انتخابات کو قانونی حیثیت دینے کی بڑی کوشش کررہے ہیں اور کہتے ہیں کہ 20 سے لے کر 25 فیصد تک رائے دہندہ افراد نے ان انتخابات میں شرکت کی ہے حالانکہ شرکت کرنے والوں کا تناسب 10 فیصد بھی نہیں اور دنیا مانتی ہے کہ یہ انتخابات دنیا کی تاریخ کے ان انتخابات میں سے ہیں جن میں سب سے کم لوگوں نے شرکت کی ہے۔

تو ایسے انتخابات کے نتائج کا کیا اعتبار ہوگا جن میں نہ افغانوں کی بڑی اکثریت نے شرکت کی ہے اور دوران کمپین سابقہ دونوں حکمرانوں نے ایک دوسرے پر جعلسازی اور کرپشن کے الزامات لگائے، انتخابات کی شفافیت سے انکاری ہیں اور نہ دنیا اس کی شفافیت پر قائل کرسکتی ہے، اور نہ ہی ان انتخابات کو امارت اسلامیہ نے تسلیم کیا ہے، اس حال میں کہ جب افغان قوم کی رائے اور فکر کی ترجمانی صرف یہی امارت اسلامیہ کرتی ہے، اور پوری قوم ایک واقعی شرعی ذمہ داری کی امید اسی امارت اسلامیہ سے رکھتی ہے اسی لئے انتخابات میں ان کی شرکت نہ کرنے سے انتخابات کی حیثیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

ہم شروع ہی سے اس قسم کے جعلی اور فرمائشی انتخابات کو وطن عزیز کے اسلامی اور افغانی تشخص کے اقدار کے منافی سمجھتے آئے ہیں، اب بھی کہتے ہیں کہ جس طرح یہ انتخابات جعلسازی اور فساد سے بھرپور تھے بالکل اسی طرح اس کے نتیجے میں بننے والا ادارہ بھی کسی قسم کی شفافیت اور قانونی حیثیت کا حامل نہیں ہوگا اور افغان قوم کبھی بھی اس ادارے کو تسلیم نہیں کرے گی۔ اس بار بھی امریکہ کے حکم پر حکومت ایک اور سربراہ دو یا تین ہوں گے جو استعماری اہداف کے حصول کے لئے سابقہ اداروں اور افراد سے بڑھ کر وفادار اور ملک و قوم کے لئے وحشی اور قاتل ثابت ہوں گے۔ تو ہم پوری مہذب دنیا سے مطالبہ کرتے ہیں کہ افغان قوم کے ارادوں کو عزت دیں، امریکہ کی اندھی تقلید چھوڑ دیں، امریکہ کے ہاتھوں امریکہ کی مفادات کے لئے بننے والا ادارہ افغان قوم کا نمائندہ ادارہ نہ سمجھیں، اور نہ ہی ان کے ساتھ بطور ملکی نمائندہ کوئی رابطہ رکھیں تاکہ مہذب دنیا ان تمام تر بری نسبتوں سے بچ سکیں جو اس ادارے کے قانونی سمجھنے سے ان کی طرف ہوں گی۔

مولوی حمد اللہ قانت شہید

نقیب اللہ حامد

امارت اسلامیہ شہداء کا گھر ہے۔اس گھر کے ہر چھوٹے اور بڑے نے اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلامی نظام کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے خود کو وقف کیا ہے۔ان میں سے کچھ نے یہ وعدے پورے کر کے شہادت کے جام نوش کیے۔کچھ لوگ یہ سعادت حاصل کرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔'فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ۔' شہداء کے اس عظیم کاروان میں سے ایک مولوی حمد اللہ قانت شہید رحمہ اللہ ہیں۔انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

پیدائش اور تعلیم:

مولوی حمد اللہ قانت شہید تقبلہ اللہ حاجی غلام رسول مرحوم کے فرزند ہیں۔وہ 1983 میں صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلریز کے علاقے زیولات کے گاؤں سید خیل میں پیدا ہوئے۔انہوں نے ابتدائی تعلیم محلے کے پیش امام اور پھر اپنے آبائی شہر کوٹہ عشرو میں مدرسہ مدینۃ العلوم اور زیولات میں مدرسہ نعمانیہ میں حاصل کی۔امریکی جارحیت کے بعد پشاور کے کیمپ جلوزو میں مشہور استاد قاری خان صاحب سے حفظ مکمل کیا۔بعدازاں انہوں نے خیبر پختونخوا کے مختلف مدارس میں اور خاص طور پر پشاور میں بورڈ کے مدرسہ حبیبیہ اور تاج آباد کے دارالعلوم میں حصول علم کا سلسلہ جاری رکھا۔انہوں نے 2015 میں تاج آباد مدرسہ میں شیخ الحدیث مولوی عبدالسمیع غزنوی صاحب سے موقوف علیہ اور 2016 میں دارالعلوم تاج آباد میں دورہ حدیث مکمل کر کے علوم نبویہ کی فضیلت کا اعزاز حاصل کیا۔

جہادی سرگرمیاں اور کارنامے:

شہید حمد اللہ قانت نے مجاہد اور دین دار گھرانے میں پرورش پائی۔ان کے بڑے بھائی محمد اسماعیل نے امارت اسلامیہ کے دور میں ایک نڈر مجاہد کے طور پر عظیم کارنامے انجام دیے۔وہ اسی دوران اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔اس کے بعد دوسرے بھائی ملا جاوید نے بھی امریکی جارحیت کے بعد دشمن کے خلاف عملی جہاد میں فعال کردار ادا کیا۔انہوں نے قابض امریکی فوج اور کٹھ پتلی حکومت کے خلاف ان تھک جدوجہد کی۔وہ قاری سید آغا شہید تقبلہ اللہ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔وہ ایک بہادر، نیک مزاج، دین دوست اور جہادی جذبے سے سرشار مجاہد تھے۔انہیں اس راہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔وہ پرعزم اور باہمت مجاہد تھے۔انہوں نے 2007 میں میدان شہر کے علاقے کوٹہ عشرو میں شہیدان کے مقام پر امریکی فوج کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔بعدازاں ان کے بھائی قاری حمد اللہ قانت کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔قاری حمد اللہ شہید نے بھی اپنے پیش رو کی طرح جہادی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔وہ ایک تجربہ کار مجاہد کے طور پر سامنے آئے۔اگرچہ وہ اعلیٰ تربیت یافتہ پیشہ ور مجاہد نہیں تھے، لیکن بعض ہتھیاروں میں کمال مہارت رکھتے تھے۔جیسے بارودی سرنگیں، لیزر ہتھیار وغیرہ۔وہ ان کی بدولت حملہ آوروں کے خلاف گوریلا کارروائیوں اور دوبدو جھڑپوں میں دشمن کو منہ توڑ جواب دیتے تھے۔اس لیے ان کی کارروائیوں میں دشمن کو ہمیشہ بھاری نقصان کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

جب امریکی فوج نے پہلی بار ضلع جلریز کے علاقے زیولات میں فوجی اڈہ قائم کیا تو امریکی فوج نے افغان فورسز کے ساتھ مل کر بڑے غرور کے ساتھ میدان شہر میں مجاہدین کے خلاف فوجی آپریشن شروع کیا۔دشمن کو علم نہیں تھا کہ یہاں قاری حمد اللہ جیسے غیور اور بہادر مجاہد دشمن پر حملے کے لیے بے تاب بیٹھے ہیں۔جیسے ہی دشمن نے اس علاقے کا رخ کیا تو قاری قانت نے بارودی سرنگوں اور دھماکہ خیز مواد سے ان کا استقبال کیا اور گھات لگا کر ان پر حملہ کیا۔

ایک بار 2009 میں امریکی فوجی جلریز کوٹہ کے علاقے میں گشت پر فوجی اڈے سے باہر آئے تو ان کا ٹینک پر بارودی سرنگ کا شکار ہو گیا، جس میں سوار تمام اہل کار

ہلاک ہوگئے۔ 2012 میں میدان وردگ میں اسپیشل فورسز کے کمانڈر خالد کی کمان میں دشمن کا فوجی قافلہ جلریز کی طرف روانہ ہوا۔ اسی ضلع کے علاقے اسماعیل خیل میں قاری قانت شہید نے بارودی سرنگ نصب کی تھی، جس سے ایک ٹینک تباہ ہوگیا۔ اس میں سوار تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔ مجاہدین نے اس کارروائی کے بعد دشمن سے ایک عدد مشین گن، ایک عدد ایم فور اور رات کی دوربین بھی غنیمت میں حاصل کی۔ 2013 میں دشمن نے ایک بار پھر جلریز میں فوجی آپریشن شروع کیا، جس پر قاری قانت کی قیادت میں مجاہدین نے زیولات کے علاقے میں حملہ کیا۔ دشمن کا ایک ٹینک تباہ اور اس میں سوار اعلی سکیورٹی اہل کار ہلاک ہوگئے۔

اسی سال مجاہدین نے جلریز کے خواجہ محمد ولی اڈے پر حملہ کیا، جس میں فوجی اڈہ فتح اور اس میں بڑی تعداد میں فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ جب کہ بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود غنیمت میں ملا۔

اس حملے میں قاری قانت شہید نے کلیدی کردار ادا کیا۔ امریکی فوج نے میدان شہر سے انخلا کے وقت یہاں اپنی غلام افغان فورسز کو تعینات کیا، تاکہ وہ عوام کے خلاف جنگ جاری رکھے۔ قاری قانت نے دشمن کو فوجی اڈوں میں بھی چین سے رہنے نہیں دیا۔ ان کی آمد پر افغان اہل کار اپنے ساتھیوں کو متنبہ کرتے کہ وہ باہر نہ نکلیں۔ اپنی چوکیوں اور چیک پوسٹوں میں بھی محتاط رہیں۔

2011 میں میدان شہر کے جہادی کمانڈر نے جلریز میں دشمن کی چوکیوں پر حملے کا منصوبہ بنایا، جس میں قاری حمداللہ قانت نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ جس پر علاقے کے عوام نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ ان پر پھول کی پتیاں نچھاور کیں۔ ایک بار قانت شہید کی قیادت میں مجاہدین نے جلریز کے علاقے اسماعیل خیل میں ہزارہ اربکی ملیشیا کی چوکیوں پر فاتحانہ حملہ کیا، جس میں تمام چوکیاں فتح اور ان میں درجنوں فوجی مارے گئے۔ جس کے باعث ہزارہ لوگوں نے مذکورہ علاقے کو قبرستان کا نام دیا۔

2018 میں ایک بار پھر مجاہدین نے ضلع جلریز میں دشمن کی چوکیوں پر بڑا حملہ کیا، جس میں 12 چوکیاں فتح اور متعدد فوجی سرنڈر ہوئے۔ اسی سال ایک بار پھر امریکی فوج نے جلریز کے علاقے زیولات میں مجاہدین کے خلاف فوجی آپریشن شروع کیا، تاہم قاری قانت شہید نے فوری طور وہاں پہنچ کر دشمن پر جارحانہ حملہ کیا، جس میں دو اعلی امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ اس کے علاوہ ایک ڈرون طیارہ بھی مار گرایا، جو مجاہدین کے زیرکنٹرول علاقے میں گرا۔

مجاہدین کی فاتحانہ کارروائی کے بعد امریکی اور افغان فورسز پسپائی اختیار کر کے فرار ہوگئیں۔ اس کے بعد علاقے پر وحشیانہ بمباری کی گئی۔ مولوی حمداللہ قانت کی کوششوں سے زیولات بیس اور اس علاقے میں تمام چوکیاں فتح ہوگئیں۔ پورا علاقہ مجاہدین کے زیرکنٹرول آگیا۔ اس کے علاوہ قانت شہید نے بہت سے نمایاں کارنامے انجام دیے، سب کو تحریر کرنا مشکل ہے۔

شخصیت:

مولوی حمداللہ قانت شہید خوش اخلاق، دلیر اور زاہد شخص تھے۔ وہ بڑوں اور چھوٹوں میں یکساں مقبول تھے۔ وہ کسی محفل میں شریک ہوتے تو اس کا مزہ دوبالا ہوتا۔ وہ مستقل مزاج اور بہادر مجاہد تھے۔ ان کے دل میں خوف تھا اور نہ ہی دشمن سے مرعوب ہوتے تھے۔ وہ جہاد میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں، مجاہدین اور عام لوگوں سے اچھا سلوک کرتے تھے۔ انہیں دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

شہادت:

مولوی حمداللہ قانت جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار تھے۔ ہمیشہ حصول شہادت کے لیے ہمیشہ دعا کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے ان کی تمنا پوری کردی۔ رواں سال 2019 میں میدان شہر کے علاقے شہداء میں دشمن کے ساتھ ایک جھڑپ میں جام شہادت نوش کر کے اپنے مقصد میں سرخ رو ہوگئے۔ نحسبهم كذالک، والله حسيبهم۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

آخر میں تمام مجاہدین اور قوم سے اپیل ہے کہ وہ ان کے اہل خانہ اور دوستوں کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کریں۔

برمی مہاجرین نئے بحران کا شکار

حسن مومند

25اگست کو برمی پناہ گزینوں نے بنگلہ دیش میں بڑے احتجاجی مظاہرے کیے۔ روہنگیا قبیلے سے تعلق رکھنے والے برمی مسلمان بدھ مت کے مظالم سے تنگ آکر خود کو بچانے کے لیے سمندر کے راستے متعدد ممالک کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے ہیں۔ جن کی بڑی تعداد بنگلہ دیش میں پناہ گزین کیمپوں میں مقیم اور مشکلات کا شکار ہے۔ وہ مہاجر کیمپوں میں محصور ہیں۔ انہیں ملک کے چھوٹے اور بڑے شہروں میں کام کرنے یا آزادانہ نقل مکانی کی اجازت نہیں ہے۔ انہیں اس بات پر مجبور کیا گیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ اور دیگر خیراتی اداروں کی طرف سے فراہم کی جانے والی کم امداد پر اکتفا کریں۔ برمی پناہ گزین مظاہرین نے بنگلہ دیشی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ آزادانہ منتقل ہونے اور کام کرنے کے لیے شہریت دے یا برمی حکومت کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ ہمیں اپنے ملک کا شہری قبول کرے۔ قانونی طور پر ہمیں اپنے علاقوں اور گھروں کو جانے کی اجازت دی جائے۔ ہمیں اپنی جان اور عزت کی حفاظت کی ضمانت دی جائے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ گزشتہ دو سالوں میں برما سے بنگلہ دیش کی طرف 8 لاکھ سے زیادہ مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے ہیں۔ 8 صدیوں سے یہ قبائل برما میں رہائش پذیر ہیں۔ اس کے باوجود برمی حکومت ان کو اپنے ملک کا شہری نہیں مانتی۔ انہیں شہریت نہیں دیتی ہے۔ ظلم یہ کہ برمی حکومت یہ تسلیم نہیں کرتی کہ یہ مسلمان برمی باشندے ہیں۔ سیاسی دباؤ کے بعد برمی حکومت 8 لاکھ میں صرف 23 ہزار مسلمانوں کے بارے میں تیار ہوئی ہے کہ وہ برما کے باشندے ہیں۔ صرف ان 23 ہزار کے بارے میں اس امر کا اعلان کیا کہ بتدریج انہیں برما واپسی کی اجازت دی جائے گی۔ برمی حکومت کا کہنا ہے اس نے بنگلہ دیش کے ساتھ ان 23 ہزار افراد کی وطن واپسی کے حوالے سے ایک معاہدہ کیا تھا۔ چوں کہ بنگلہ دیش اس معاہدے پر عمل درآمد کرنے میں ناکام رہا اور معاہدے میں درج افراد کو برما نہیں بھیجا گیا، اس لیے اس معاہدے کی منسوخی پر غور کیا جا سکتا ہے۔

بنگلہ دیش سے شائع ہونے والے اخبار 'پروتوم آلو' نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ 3450 ہزار مہاجرین برما واپس جانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے بنگلہ دیش اور برما سکیورٹی ایجنسیوں سے تحفظ کا مطالبہ کیا تو دونوں ممالک کے سکیورٹی اداروں نے انہیں ضمانت دینے سے انکار کر دیا۔ نور حسین نامی ایک روہنگیا پناہ گزین نے الجزیرہ ٹیلی ویژن کو بتایا کہ اگر ہمیں اپنی زمین اور املاک واپس دیئے اور ہمارے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دی جائے تو ہم سب برما واپس جانے کے لیے تیار ہیں۔ جب کہ کوئی بھی ہمیں یہ ضمانت دینے کے لیے تیار نہیں کہ اگر ہم برما میں داخل ہوئے تو ہمیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ خواتین کی عصمت دری نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا ہم اس گڑھے میں کیوں واپس جائیں، جہاں سے ہم 2017 میں بڑی مشکلات سے بھاگ کر نکلے تھے۔

برما سے شائع ہونے والے 'ایراوادی' نامی جریدے نے لکھا ہے 'اگر روہنگیا مسلمان برما واپس آئے تو وہ کہاں آباد ہوں گے؟ راخین اور دیگر صوبوں میں ان کے تمام مکانات کو بلڈوز کر دیا گیا ہے۔ ان کی زمین پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔' بنگلہ دیش کے معروف صحافی مفیض الاسلام نے ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ روہنگیا مہاجرین تین اطراف سے محصور ہیں۔ اقوام متحدہ کے بے ضمیر افسران نے برما حکومت کو اب تک اس بات پر مجبور نہیں کیا کہ صدیوں سے برما میں آباد روہنگیا مسلمانوں کو برما کا شہری تسلیم کرے اور انہیں اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے۔'

دوسری طرف حسینہ واجد کی سربراہی میں بنگلہ دیشی حکومت بھی ظلم کر رہی ہے۔ ان مہاجروں کو برما واپس بھیجنے کے لیے عالمی سطح پر کوشش کرتی ہے اور نہ ہی انہیں اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دیتی ہے۔ مہاجرین کو اپنے کیمپوں تک محدود کر رکھا گیا ہے۔ انہیں دیگر شہروں میں آزاد گھومنے کی اجازت نہیں ہے۔ ظلم تو یہ ہے کہ ان حالات میں ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ بنگلہ دیش کو چھوڑ دیں اور جہاں بھی جانا چاہیں، جا سکتے ہیں۔

برمی حکومت اور وحشی بدھسٹوں نے برما سے روہنگیا مسلمانوں کو بے دخل کرنے کے لیے وحشیانہ کارروائی کا آغاز کیا۔ تمام روہنگیا مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا۔ میڈیا کی جانب سے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق اس آپریشن میں ہزاروں خواتین پر جنسی تشدد کیا گیا۔ 4 ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ جب کہ 7 لاکھ 60 ہزار مسلمان کشتیوں کے ذریعے بنگلہ دیش پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان مسلمانوں کے لیے بنگلہ دیش کے بہت سے ناقص مقامات پر کیمپ تیار کیے گئے۔ یہ لوگ ان کیمپوں میں محصور ہیں۔ انہیں شہروں میں جانے یا کام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تاہم یہاں ان کی عزت اور جان محفوظ ہے۔ اس لیے یہ ان کے لیے غنیمت ہے۔

تارکین وطن رہنماؤں نے کہا ہے کہ برمی حکومت نے 8 لاکھ مہاجرین میں صرف 23 ہزار روہنگیا مسلمانوں کو واپس جانے کی اجازت دی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر لاکھوں افراد کو برما کا شہری تسلیم نہیں کیا جا رہا۔ اقوام متحدہ اور بنگلہ دیش حکومت نے لاکھوں روہنگیا مسلمانوں کے لیے برما میں رہنے کی اجازت دینے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی ہے۔ اس کے برعکس بنگلہ دیش نے تارکین وطن کو بنگلہ دیش بھی چھوڑنے کا حکم دے دیا ہے۔ اگر وہ بنگلہ دیش سے نہیں نکلیں گے تو ان کو ویرانوں میں پھینک دیا جائے گا۔ الجزیرہ ٹی وی کے نمائندہ (اسٹیفنی ڈیگر) کا کہنا ہے کہ 'گوتو پولانگ' کیمپ بہت چھوٹا ہے۔ اس میں ہزاروں لوگ رہتے ہیں۔ حکومت کی جانب سے ان کے لیے کوئی سہولیات فراہم نہیں کی گئی ہیں۔

امام جلال الدین حقانی کی پہلی برسی

ابو ظہیر شمس

افغان تاریخ کے بڑے معرکوں کے نمایاں فاتح، مشہور عالم اور فقید المثال مجاہد جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی وفات کی پہلی برسی کا دن 4 ستمبر 2019 ہے۔ مرحوم عالم دین جلال الدین حقانی رحمہ اللہ گزشتہ چار عشروں سے دو بڑے تاریخی جہادی معرکوں میں غیور افغان عوام کے ممتاز سیاسی اور جہادی سرخیل رہے تھے۔ یہ اللہ تعالی کا فیصلہ ہے کہ اسلام و کفر کے درمیان ٹکراؤ اور معرکہ قیامت کی صبح تک جاری رہے گا۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ باطل پرستوں کی سرکوبی کے لیے ہمیشہ حق پرست مجاہدین دنیا میں آتے رہیں گے۔ اللہ تعالی کے نظام اور قدرت کی یہ عجیب حکمت ہے کہ کچھ لوگ دنیا میں بعد میں آتے ہیں، مگر اللہ تعالی انہیں مرتبہ صدیقین اولین کا عطا کرتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے 'دلائل النبوۃ' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل کیا ہے:

'إِنَّهُ " سَيَكُونُ فِي آخِرِ هَذِهِ الأُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ أَجْرِ أَوَّلِهِمْ، يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَيُقَاتِلُونَ اهل الفتن '(مشکوۃ ۵۸۴)

اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جن کو اجر امت کے پہلے لوگوں کے جتنا دیا جائے گا۔ یہ لوگ نیکی کا حکم کریں گے اور ناجائز کاموں سے منع کریں اور اہل فتنہ کے خلاف جہاد کریں گے۔

نیکی کا حکم اور برائی سے منع اور فساد کے خلاف جہاد تینوں ایسے اعمال ہیں، جو امت کے آخرین کو اولین سے ملاتے ہیں۔ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے امت کے بعد والوں کو پہلے والوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ مولوی جلال الدین حقانی مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مصداق الم مثل اجر اولہم' کا شرف و افتخار حاصل کر گئے۔ حقانی صاحب نے ایشیا کے عظیم جامعہ دار العلوم حقانیہ میں مروجہ دینی علوم اور فنون کا نصاب پورا کرنے کے بعد خداداد استعداد و ذکاوت کی بنا پر وہیں تدریس کا شرف حاصل کیا۔ ایک سال تدریس کے بعد اچانک ملک میں کچھ سیاسی تبدیلیاں آنے لگیں۔ جن کی وجہ سے ہنگامے پھوٹ پڑے اور ملک کے نظام و اختیار کے کلیدی عہدے کمیونسٹوں کے ہاتھ آ گئے۔ انہوں نے ان سب کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی شعائر کی توہین کرنا شروع کر دی۔ اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا گیا۔ نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کے لیے مختلف حربے اور طریقے آزمائے گئے۔ حکومتی دائرہ کار میں دن بدن کمیونسٹوں کا اثر و رسوخ بڑھنے لگا۔ جسے دیکھ کر افغان عوام میں بڑا ذہنی اضطراب اور بے چینی جنم لینے لگی۔

جید علمائے کرام کمیونسٹوں کے بڑھتے اثر و نفوذ اور طاقت کی وجہ سے پریشان تھے۔ حقانی صاحب ملک سے باہر وہاں تدریس میں مصروف تھے، مگر وہ حالات سے بے خبر نہ تھے۔ وہ وہیں سے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ جب ملحد کمیونسٹوں کی سرگرمیاں شہروں سے دیہاتوں اور اطراف تک پھیل گئیں تو حقانی صاحب نے مجبور ہو کر دار العلوم کی تدریس سے استعفاء دیا اور افغانستان واپس آ گئے۔ انہوں نے یہاں تدریس و تبلیغ کے ساتھ ساتھ کمیونسٹ کے الحادی افکار کے خلاف دعوت و اصلاح کے لہجے میں ہلکی پھلکی مزاحمت شروع کی۔ ان کے گمراہ کن افکار اور عقائد سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لیے ممبر و محراب کا میدان اختیار کیا۔ وہ اس سلسلے میں شدید مشکلات اور آزمائشوں کا بھی شکار ہوئے، مگر وہ مایوس نہیں ہوئے۔ انہوں نے پوری استقامت سے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ انہوں نے علماء کے درمیان ہم آہنگی اور اتحاد قائم کیا۔ جگہ جگہ دینی مدارس قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا، جہاں نوجوانوں کو اسلامی فکر کی تربیت دی جانے لگی۔

کمیونسٹوں نے حکومتی نظام میں اپنے اثر و رسوخ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انقلاب برپا کیا تو حقانی صاحب اور دیگر علماء نے اس کے خلاف جہاد کا فیصلہ کیا۔ وہ نہتے تھے، مگر قوی عزم اور ایمان کے ذریعے کمیونسٹ حکومت سے بڑے پیمانے پر اسلحہ، جنگی

وسائل اور سامان چھینا۔ انہی سے مجاہدین کو مسلح کیا اور تربیت دی۔ جب سوویت یونین کی جانب سے براہ راست عسکری جارحیت ہوئی تو پورے ملک کی طرح خوست، پکتیا اور پکتیکا میں جہادی صفیں مزید مضبوط ہو گئیں۔ پکتیا اور خوست کی جنگوں میں نے ایسے تاریخ ساز کارنامے سرانجام دیے گئے کہ افغانستان میں سوویت فوج کے سربراہ جنرل کریموف اپنی کتاب 'افغانستان میں سرخ فوج' میں اس بات کے اعتراف پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح حقانی صاحب کے پاس عرب و عجم کی فوج جمع ہو گئی۔ اتنی بڑی تعداد میں مجاہدین جہاد کے لیے آ گئے۔ حقانی صاحب تدبر سے عرب اور دیگر مجاہدین کو عسکری اور جہادی حوصلے سے تربیت دیتے اور پھر جہادی صفوں میں خدمت کے لیے ان کا تقرر کرتے۔

حقانی صاحب نے روسی جارحیت کے خلاف جہاد میں حیران کن فتوحات اور کارناموں کی وجہ سے پوری دنیا میں شہرت پائی۔ ان کے جہادی تجربے اور جنگی مہارتوں کی وجہ سے لوگوں کا ان پر اعتماد بڑھتا گیا۔ جب سرخ فوج افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہوئی تو نجیب اللہ کی کمیونسٹ انتظامیہ نے توقعات کے برخلاف انتہائی شدت سے مزاحمت کا مقابلہ شروع کیا۔ حتیٰ کہ جب مجاہدین کی تمام تنظیموں نے مل کر جلال آباد پر قبضے کے ارادے سے مشترکہ آپریشن شروع کیا تو کمیونسٹ انتظامیہ نے شدید مزاحمت کی۔ حتیٰ کہ مجاہدین کو پسپا ہونا پڑا۔ اس سے پوری دنیا میں یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ کیا مجاہدین طاقت کے بل پر نجیب انتظامیہ کو گرانے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ جلال آباد کے اس معرکے کو دیکھتے ہوئے بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ مجاہدین جنگ کے ذریعے کامیابی حاصل نہیں کر پائیں گے۔

تب حقانی صاحب نے اپنی بصیرت سے خوست کی فتح کے لیے کمر کس لی۔ بہت سی تنظیموں کے راہنماؤں کی جانب سے ان کے اس اقدام کی مخالفت کی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو جلال آباد جیسا ایک اور تلخ تجربہ کرنا پڑے۔ حقانی صاحب پُراعتماد تھے۔ انہوں نے بہر صورت خوست فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ راہنماؤں کی جانب سے مخالفت کے باوجود پیچھے نہیں ہٹے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے خوست فتح ہو گیا۔ نجیب اللہ نے اپنی پوری قوت سے خوست کے دفاع کی کوشش کی۔ خوست کے دفاع کے لیے دوستم کی گلم جم ملیشیا کے علاوہ ہزاروں تازہ دم فوج قندھار، کابل، غزنی اور مزار شریف سے جمع کی گئی، کمیونسٹ پھر بھی خوست کو بچا نہ سکے۔ خوست کی فتح نے پورے ملک میں فتح کا دروازہ کھول دیا۔ مجاہدین کے پست ہونے والے حوصلے پھر سے بلند ہو گئے۔ ڈاکٹر نجیب اللہ کے لیے خوست کی شکست اتنا بڑا حادثہ تھا کہ اس نے کئی دن کے لیے سوگ کا اعلان کر دیا۔ خود ڈاکٹر نجیب اللہ نے خود کو دو دن کے لیے نظربند کر لیا۔ وہ کسی کو قریب آنے دیتے اور نہ کسی سے بات کرتے۔ جب دو دن کے بعد اعلیٰ فوجی کمانڈروں سے ملاقات کے لیے باہر آئے تو انہوں نے خوست کے سقوط کو بڑا سانحہ قرار دیا۔

حقانی صاحب نے خوست کی فتح کے بعد گردیز کی فتح کی جانب رخ کیا اور بہت جلد گردیز میں بھی حکومتی فوج کو محصور کر دیا۔ نجیب اللہ نے اپنی پوری قوت سے کوشش کی کہ گردیز کو حقانی صاحب سے بچا لیں، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر حقانی صاحب کی قیادت میں گردیز بھی فتح ہو گیا۔ اس طرح شمال میں بھی فتوحات شروع ہو گئیں۔ بڑے علاقے مجاہدین کے ہاتھ آ گئے۔ نجیب اللہ کے ہاتھ صرف کابل شہر رہ گیا۔ حقانی صاحب نہیں چاہتے تھے کہ مجاہدین کابل میں غیر منظم طریقے سے داخل ہوں۔ وہ چاہتے تھے کہ ایک منصوبے اور نظم کے تحت کابل حکومت مجاہدین کو حاصل مل جائے۔ انہوں نے تمام جہادی تنظیموں میں اعلان کیا کہ کوئی بھی گروپ خودسری سے کام نہ لے، مگر اقتدار کے مجنونوں اور حریصوں کو صبر کہاں نصیب تھا۔ وہ اٹھے ہی اقتدار کے لیے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے کابل میں داخلے لیے کمیونسٹ جنرلز سے خفیہ اور اعلانیہ رابطے اور لین دین کر لی۔ مسعود اور حکمت یار نے ایک دوسرے کی رقابت میں کمیونسٹوں سے خصوصی وعدے کیے۔ کمیونسٹ انتظامیہ کے جنرلز جیسے دوستم، آصف دلاور، نبی عظیمی اور باباجون مسعود اقتدار کے لالچ میں کمیونسٹ حکومت کی گود میں جا بیٹھے۔ انہوں نے شاہنواز تنی اور وطن یار حکمت یار کو اپنے ساتھ لیا۔ اس طرح جہادی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ ملک میں بڑی خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ حقانی صاحب اس پورے عرصے میں اپنے وعدوں اور عزائم پر قائم رہے۔ وہ اقتدار کی رسہ کشی میں لڑی جانی والی جنگوں سے نہ صرف دور رہے، بلکہ جنگ میں مصروف فریقوں کے درمیان مصالحت اور ثالثی کے لیے محنت کرتے رہے۔ اس کے لیے کئی کئی بار مسعود، ربانی، سیاف، مزاری اور

حکمت یار کے پاس جرگہ لے کر گئے کہ خدا کے لیے جہاد سے خیانت مت کرو۔ اقتدار کی ہوس چھوڑ دو۔ حقانی صاحب کے بقول میں صلح اور مصالحت کی خاطر حکمت یار کے پاس 22 بار گیا۔ ربانی کے پاس 23 بار گیا۔ ہر بار انہوں نے امن اور صلح کے لیے زبانی عہد و پیمان کیے، مگر عملی طور پر وہ سارے وعدے توڑ دیے۔ حقانی صاحب نے پھر بھی ہمت نہ ہاری۔ آخر تک ان کے درمیان امن اور صلح کے لیے کام کرتے رہے۔

حقانی صاحب نے خوست کی فتح اور پھر گردیز کی فتح میں بڑے پیمانے پر بھاری اور ہلکا اسلحہ حاصل کیا تھا۔ ٹینک حاصل کیے تھے۔ وہ بھی طاقت کے بل بوتے کابل میں داخل ہو سکتے تھے۔ چوں کہ وہ اس طریقے کو اقتدار کے حصول کی جنگ سمجھتے تھے اور مجاہدین کے ساتھ خیانت قرار دیتے تھے۔ اس لیے انہوں نے آخر تک ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ مسعود کمیونسٹوں سے وعدے اور انہیں خاص رعایتیں دینے کے پیمان کر کے کمیونسٹ جنرلز کے ساتھ انہی کی ٹینکوں پر بیٹھ کر پنجشیر سے نکلا اور کابل پہنچا۔ حکمت یار بھی پشاور سے کابل کے اطراف میں پہنچا۔ حقانی صاحب نے ایسا کوئی اقدام نہیں کیا، جو مجاہدین کے درمیان نزاع اور خون بہانے کا سبب بنتا۔ جب مسعود اور حکمت یار نے کابل میں جنگ کی آگ جلائی تو اس آگ کو بجھانے کے لیے امید کا مرکز بھی صرف حقانی صاحب ہی تھے۔ انہوں نے بصیرت سے کام لیتے ہوئے آگ بجھانے کی کوشش کی، مگر برسرپیکار قوتیں اپنے وعدوں پر قائم نہ رہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف عسکری حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اقتدار کی جنگ نے پورے کابل کو کھنڈرات میں بدل دیا۔ ہزاروں افراد شہید اور لاکھوں بے گھر کر دیے گئے۔

صوبوں میں بھی طوائف الملوکی رائج تھی۔ غنڈہ ٹیکس اور چیک پوسٹس قائم ہو گئیں۔ حقانی صاحب نے ان کے خلاف بھی آواز اٹھائی۔ انہوں نے چیک پوسٹوں کے قیام کو ڈکیتی اور حرام قرار دیا۔ انہیں بند کرنے کا حکم دیا۔ افغانستان داخلی جنگوں کی وجہ سے تباہی کا شکار ہو رہا تھا۔ لوگوں کی عزتیں اور عفتیں تک محفوظ نہ رہیں۔ ان حالات میں عوام کے درمیان میں سے طالبان کی تحریک نے جنم لیا۔ طالبان بہت جلد ملک کے جنوب اور کابل کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ مرحوم حقانی صاحب نے تاخیر کیے بغیر طالبان تحریک کو خوش آمدید کہا اور اپنی طرف سے مضبوط حمایت کا اعلان کیا۔ جنوب کے تین بڑے صوبے خوست، پکتیا اور پکتیکا جنگ کے بغیر طالبان کے حوالے کر دیے۔ جس سے طالبان پوری یکسوئی سے کابل کی جانب متوجہ ہو گئے۔ حقانی صاحب امارت اسلامیہ کے دور میں اس کے استحکام کے مضبوط ستون رہے۔ آخر تک بلا کسی لالچ اور دنیاوی غرض طالبان کے ساتھ رہے۔ جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو حقانی صاحب اپنی پوری توانائی کے ساتھ امارت اسلامیہ کے زیر قیادت جہاد کے لیے تیار ہو گئے۔ دیگر کمانڈروں اور رہنماؤں کی طرح کبھی اپنے پرانے جہاد اور وطن کی آزادی کے سفر میں کوئی تبدیلی نہیں لائی۔ اس راہ میں ماضی سے بڑھ کر قربانیاں دیں۔ اپنے چار جوان بیٹے شہید کروائے۔ خود تنگی اور پریشانی میں زندگی گزاری۔ وہ جابر قوت کے خلاف اپنے جہادی عزم سے پیچھے نہیں ہٹے۔ اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ ہماری قریبی تاریخ کی ایک معتبر شخصیت ہیں۔ اللہ تعالی سے ڈرنے والے عالم اور مجاہد تھے۔ ان کے علمی، سیاسی اور جہادی کارنامے تاریخ کا روشن باب ہیں۔ بلا مبالغہ حقانی صاحب اپنی عظیم قربانیوں، ایثار اور للہیت سے مسلمانوں، خصوصا افغانوں کی تاریخ کو مالا مال کر گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی کے متعلق فیصلہ طاقت اور دولت کے بل پر نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سے ایسے ہوں گے، جو سیاست اور حالات سے مجبور ہوں گے، مگر وہ تاریخ میں سربلند شمار ہوتے ہیں۔ جیسے کمیونسٹ دور میں حقانی صاحب کو ایک غائبانہ مقدمے میں ایک عدالت نے پھانسی کی سزا سنادی تھی۔ امریکا کی جانب سے حقانی صاحب کے سر کی قیمت لاکھوں ڈالر مقرر کی گئی۔ کمیونسٹ اور مغربی لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اس طرح حقانی صاحب کے مجاہدانہ کردار کے نقوش تاریخ کے صفحے سے صاف کر لیں گے۔ جن لوگوں نے یہ فیصلے کیے تھے، وہ تو تاریخ سے مٹ گئے۔ حقانی صاحب اب بھی اسی طرح بہادری و شجاعت کے سرخیل اور رہنما مانے جاتے ہیں۔ حالات اور سیاست کے فیصلے انصاف اور عدالت سے بہت دور ہوتے ہیں۔ وہ طاقت اور دولت کے تابع ہوتے ہیں، مگر کسی کے متعلق تاریخ کا فیصلہ اس سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالی حقانی صاحب کو تمام جہادی تکالیف اور پریشانیوں کے بدلے بے بہا اجر عطا فرمائے۔ ان کی برکتیں ان کے خاندان، اولاد اور مجاہدین پر نازل فرمائے۔ آمین

قندوز چوک پر ضائع لہو

موسیٰ فرہاد

مجاہدین نے 31 اگست کو صوبہ قندوز کے دارالحکومت پر کابل بندرگاہ، امام صاحب بندرگاہ، خان آباد بندرگاہ اور زاخیل کی جانب سے صبح سویرے حملہ کیا۔ دو پہر سے پہلے شہر کے 38 چوکیوں سمیت شہر کے اندر کنڈک، حلقہ 6، کورنوبس، 3 صد فاملہ، خاکانی، زاخیل، چرمگیری اور دیگر علاقوں پر کنٹرول سنبھال لیا۔ طالبان کے مطابق تقریباً 40 فوجی ہلاک ہوگئے۔ ایک کمانڈر سمیت 15 فوجیوں نے طالبان کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ دوپہر کے بعد امریکی فوج کے اعلیٰ کمانڈر اسکاٹ میلر، کابل کے وزیر دفاع اسداللہ خالد اور دیگر اعلیٰ عسکری حکام قندوز پہنچ گئے۔ قندوز کے پولیس چیف منظور ستانک زئی نے شہر کے وسط میں مرکزی چوک پر تمام اہل کاروں کو جمع کر کے ان سے خطاب کیا۔ اسی دوران ایک فدائی مجاہد نے ان پر فدائی حملہ کیا، جس میں پولیس چیف سمیت متعدد فوجی ہلاک ہوگئے۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے خبر جاری کی کہ اس حملے میں 25 فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔

اگرچہ افغان حکام اس سے پہلے یہ اعلانات کر رہے ہیں کہ جلد ہی شمالی صوبوں میں وسیع پیمانے پر فوجی آپریشن شروع کیا جائے گا۔ عوام کو پتہ ہے کہ دشمن کے آپریشن میں صرف عوام کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ فضائی حملوں اور رات کے چھاپوں میں عام طور پر نہتے شہریوں کو جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے۔ گھر گھر تلاشی کے دوران لوٹ مار کرنے کے بعد دھماکہ خیز مواد سے شہری مکانات کو تباہ کیا جاتا ہے۔ شہریوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔ انسانیت سوز جرائم کے ذریعے کابل انتظامیہ کے ناکام حکام اپنی کامیابی کے دعوے کرتے ہیں۔ دشمن کو پتہ ہی نہیں تھا کہ ہمارے منصوبے سے قبل طالبان اتنے بڑے حملے کریں گے۔ بہرکیف! قندوز کے مرکزی چوک پر فدائی حملے کے بعد سوشل میڈیا پر اس حملے کی تصویریں اور ویڈیوز وائرل ہوگئیں۔ جن میں ہر طرف فوجیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ یہ دل دہلا دینے والا منظر تھا۔ سوال یہ ہے کہ ان فوجیوں نے کس مقصد کے لیے قربانی دی؟ کس نے انہیں مجبور کیا تھا کہ وہ اپنے عوام کے مدمقابل دشمن کی صف میں شامل ہو کر مجاہدین کا مقابلہ کریں؟ آخر کیا وجہ تھی کہ قندوز چوک ان کے لہو سے خون آلودہ ہوا؟

شاید ان کے اہل خانہ نے ان کے خون آلودہ لاشوں کو موبائل پر دیکھا ہوگا، مگر وہ بے بس اور ان کو بچانے سے قاصر تھے۔ ہو سکتا ہے ان کے اہل خانہ نے یہ سوال اٹھایا ہو کہ امریکی کمانڈر اسکاٹ میلر کی قندوز آمد کے بعد ہمارے فوجیوں نے قندوز کے مرکزی چوک پر موت کا رقص دیکھا۔ کیا میلر کی کمان، میلر کے ڈالر اور میلر کی خاطر اتنی قربانی دینا مناسب تھا؟ کیا ان فوجیوں نے امریکی کمانڈر کی ہدایت پر خود کو موت کی منہ میں دھکیل کر کوئی کامیابی حاصل کی؟ یہ عین ممکن ہے کہ ان فوجیوں کے والدین نے سوچا ہوگا کہ اس طرح کی موت ہمارے بچوں کے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بن سکتی ہے یا یہ دنیا میں اچھے نام سے یاد کیے جائیں گے؟

ممکن ہے مقتول فوجیوں کے اہل خانہ طالبان سے ناراض ہوں۔ ان کے بیٹوں کو کیوں ہلاک کیا جاتا ہے؟ یہ بھی ممکن ہے انہوں نے طالبان کا یہ پیغام پڑھا ہو، جوان کے بچوں کو بار بار طالبان نے بھیجا تھا۔ جس میں اپنے ملک اور عوام کے خلاف برسرپیکار فوجیوں سے بار بار مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ امریکی ہتھیاروں اور امریکی ڈالر کی خاطر اپنے عوام اور مجاہدین کے خلاف جنگ سے دستبردار ہو کر ملک اور اسلام کی خدمت کریں۔ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائیں۔ مجاہدین ایسے تمام لوگوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس غلامی سے دست بردار ہو جائیں۔ امریکا کی جانب سے دیے جانے والے چھوٹے سے مفاد کے لیے خود اور اپنے گھر والوں پر ظلم نہ کریں۔

طالبان نے بار بار کابل فورسز سے کہا ہے کہ طالبان کے حملے کا اصل مقصد وہ حملہ آور ہیں، جو یہودیوں اور عیسائیوں کی سرپرستی میں افغانستان کی سرزمین پر قابض ہیں۔ وہ ہمارے ملک میں مسلمانوں کو قتل کرنے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ان جرائم میں آپ برابر شریک ہیں۔ اس صورت میں قرآن کے حکم کی بنیاد پر افغان مسلمانوں پر دشمن کا مقابلہ کرنا فرض ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لیے غفلت کا مظاہرہ مناسب نہیں ہے۔ مجاہدین نے مقابلہ شروع کیا ہے، مگر افغان سپاہی نے خود کو کرائے کا قاتل بنالیا ہے۔ طالبان نے ہمیشہ اپنے پیغام میں کابل انتظامیہ کے سپاہیوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے اوپر رحم کریں۔ قابض امریکی فوج کے دفاع کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش نہ کریں۔

افسوس ناک امر یہ ہے کہ قابض امریکا آپ کی ہلاکت پر رنجیدہ ہے اور نہ ہی انہیں کوئی پرواہ ہے۔ وہ محض یہ سوچتے ہیں کہ چند ڈالر ایک سپاہی کو دیتے ہیں۔ وہ مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ فوجی بنا دیا جائے گا۔ اب افغان فورسز کی اپنی مرضی ہے کہ وہ رحمٰن کا راستہ اختیار کرے یا شیطان کا راستہ؟ وہ طالبان کی پیش کش قبول کرے یا امریکی مفادات اور ڈالر کے لیے ہلاکت کے راستے کا چناؤ کرے۔ اب افغان فوج کی اپنی مرضی ہے کہ وہ قندوز کے مرکزی چوک پر شیطان میلر کی کمان میں امریکا کے تحفظ کے لیے اپنا خون ضائع کرنا چاہتی ہے یا وہ ایمان بچانے کی فکر کرتی ہے۔

طویل ترین لڑائی اور مذاکرات

ہارون بلخی

کہا جاتا تھا امریکا جس زمین پر قدم رکھ لے، کوئی وہاں سے امریکا کی واپسی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ امریکا افغانستان پر حملہ آور ہوا تو اکثر تجزیہ نگار کہتے تھے کہ امریکی فوج کسی صورت بھی افغانستان نہیں چھوڑے گی۔ جب طالبان نے استعماری فوج کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا اور اٹھارہ سال تک اس کے خلاف برسرپیکار رہے، امریکا کو شدید مالی و جانی نقصانات پہنچایا تو ڈونلڈ ٹرمپ نے یہ بے معنی جنگ ختم کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ اس سے قبل امریکا طالبان کے ساتھ مذاکرات تو درکنار، انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کی بات کرتا تھا۔ طالبان نے امریکا کو بار بار مذاکرات کی پیش کش کی، لیکن امریکا نے اسے ٹھکرا دیا۔

ڈونلڈ ٹرمپ نے آخرکار ہار مان کر طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ نو ماہ قبل قطر کے دارالحکومت دوحا میں امریکی اور طالبان مذاکراتی ٹیموں کے درمیان گفتگو کا عمل شروع ہوا۔ اس کے نو مرحلے مکمل ہو چکے ہیں۔ اس میں تیزی سے پیش رفت جاری رہی۔ فریقین مذاکرات کے عمل سے خوش اور مطمئن رہے۔ دونوں ٹیموں نے اپنے عوام کو پرامن حل کی نوید سنائی۔ طالبان مذاکراتی ٹیم کے ارکان اپنے رہنماؤں سے مشورے کر رہے ہیں۔ افغانستان کے لیے امریکا کے خصوصی ایلچی اور مذاکراتی ٹیم کے سربراہ جناب زلمے خلیل زاد نے کابل انتظامیہ کے سربراہوں سے ملاقاتیں کیں۔ انہیں معاہدے کے نکات سے آگاہ کیا۔ کابل حکام کو مذاکراتی معاہدے کی کاپی نہیں دی۔ انہیں صرف زبانی طور پر بتایا گیا کہ مذاکرات میں فلاں فلاں نکات پر پیش رفت ہوئی ہے۔ زلمے خلیل زاد نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ افغانستان سے انخلا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے ٹاسک دے کر بہر صورت کوئی راستہ نکالنے کا اختیار دیا ہے۔

دوسری جانب کابل سربراہ اشرف غنی امریکا اور طالبان کے درمیان ہونے والے مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ وہ ان مذاکرات کو افغانستان میں ہونے والے نام نہاد صدارتی الیکشن کے بعد تک لے جانا چاہتے ہیں، تاکہ اشرف غنی ایک بار پھر صدارتی دوڑ میں شامل ہو کر ایک مرتبہ پھر افغانستان کا حکمران بن جائیں۔ امریکی انخلا سے قبل افغانستان میں کامیاب انتخابات ناممکن ہیں۔ اس لیے کہ کابل حکومت کی رٹ کابل شہر میں مکمل طور پر لاگو نہیں ہے۔ چوں کہ اشرف غنی طالبان کے ساتھ کسی معاہدے سے قبل صدارتی انتخابات کرانے پر مصر تھے، اس لیے ماسکو اور قطر میں افغان سیاست دانوں کے ساتھ طالبان کے جو بالواسطہ مذاکرات ہوئے، ان سے متعلق اشرف غنی کا رویہ جارحانہ تھا۔

مذاکرات کے تمام نکات پر فریقین نے رضامندی ظاہر کی تھی۔ اس حوالے سے زلمے خلیل زاد نے کابل میں ایک نجی ٹی وی سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امریکی صدر افغانستان سے انخلا پر اصرار کر رہے ہیں۔ افغانستان میں امریکی اڈوں میں سے پانچ اڈے 135 دنوں سے خالی کر دیے جائیں گے۔ جب کہ باقی فوج اور سازوسامان مرحلہ وار نکالا جائے گا۔ انخلا کے بعد بین الافغان مذاکرات ہوں گے۔ جس میں افغان سیاست دان، قبائلی رہنما اور علماء شرکت کریں گے۔ زلمے خلیل زاد نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ نو ماہ سے طالبان کے ساتھ مذاکرات میں مصروف ہوں، آخرکار اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ طالبان خود مختار، حریت پسند، وطن دوست ہیں۔ وہ کسی کے زیر اثر نہیں ہیں۔

مذاکرات کا دو پوائنٹ ایجنڈا تھا۔ طالبان کہتے تھے کہ امریکی اور غیر ملکی فوجیں افغانستان چھوڑ دیں۔ امریکا کا مطالبہ یہ تھا کہ طالبان ہمیں گارنٹی فراہم کریں کہ افغان سرزمین امریکا کے خلاف دہشت گردی کے لیے استعمال نہیں ہوگی۔ تب ہم انخلا کے لیے تیار ہیں۔ ان دونوں باتوں پر فریقین میں اتفاق ہو چکا ہے۔ یہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ اٹھارہ سال تک امریکا نے افغانستان میں جنگ لڑنے کے بعد منہ کی کھائی ہے۔ وہ طالبان کو ختم کرنے آیا تھا، اب انہی طالبان کے ساتھ مذاکرات کر کے نکل رہا ہے۔

امریکا آج تک پورے افغانستان تو کیا، صرف کابل کو بھی فول پروف سکیورٹی نہیں دے سکے۔ طالبان جب اور جہاں چاہتے ہیں، کارروائی کرتے ہیں۔ اس وقت بھی طالبان 75 فیصد افغانستان پر قابض ہیں۔ وہ اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں عوام کا تحفظ اور تنازعات کے فیصلے کرتے ہیں۔ امریکا نے کھربوں ڈالر کے امریکی عوام کے ٹیکسوں کو افغانستان میں جلا کر راکھ بنا دیا ہے۔ اس حوالے سے افغان جنگ میں اہم کردار ادا کرنے والے اسلام آباد میں تعینات سی آئی اے کے سابق اسٹیشن چیف 'رابرٹ گرینیئر' کہتے ہیں کہ 'افغان جنگ امریکی تاریخ کی طویل ترین عسکری کارروائی بن چکی ہے۔ افغانستان میں تعینات امریکی فوج کی تعداد خاصی کم ہو چکی ہے۔ جو کچھ برس قبل تک ایک لاکھ کے قریب تھی۔ اب فقط چند ہزار امریکی فوجی موجود ہیں۔ تاہم معلوم یہی ہوتا ہے افغانستان میں امن کا قیام انتہائی مشکل ہے۔ طالبان کی جانب سے بڑی کارروائیاں 2005ء سے جاری ہیں۔ اسی دور میں طالبان ایک مرتبہ پھر متحد ہونا شروع ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی کارروائیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ 2001ء کے اختتام پر اس جنگ سے قبل میں طالبان کے ساتھ امریکی مطالبات پورے کرانے کے حوالے سے مذاکرات کر رہا تھا، تب بھی مجھے متعدد امور پر پریشانی تھی۔ مجھے خدشات تھے کہ ہم ایک 'کبھی نہ ختم ہونے والے' تنازعے میں پھنس سکتے ہیں۔ پھر یہی ہوا۔ ہم انہیں مکمل شکست دینے میں ناکام رہے۔ ہماری سوچ کے مطابق وہ اس قابل نہیں تھے کہ ہم سے جیت سکتے۔'

1919 کی آزادی

بشیر اللہ سمسور

جب 1919ء میں انگریز سے آزادی حاصل کی گئی، تب افغانستان کے بادشاہ امان اللہ خان تھے۔ انہوں نے پاکستان کے شہر راولپنڈی میں انگریز کے ساتھ آزادی کے لیے ایک تاریخی معاہدے پر دستخط کیے۔ اس سے پہلے انگریز نے افغانستان کی سیاسی آزادی سلب کرنے کے لیے یعقوب خان، عبدالرحمن خان اور 1905 میں امان اللہ کے والد حبیب اللہ خان کے ساتھ گندمک کا جو معاہدہ کیا تھا، اسے ختم کر دیا گیا۔ امان اللہ خان سے قبل ان کے والد امیر حبیب اللہ خان اور ان کے دادا امیر عبدالرحمن کے دور میں انگریز کے ساتھ معاہدوں کی آڑ میں افغانستان کی سیاسی خود مختاری ختم ہو گئی تھی۔ انگریز کے دباؤ پر چترال، وزیرستان، چاغی، چمن، پشین، پارہ چنار اور کرمہ ایجنسی کے علاقے انگریز کے سپرد کیے گئے۔ 1905 میں حبیب اللہ خان نے ایک لاکھ 60 ہزار پاؤنڈ کے بدلے افغانستان کی بیرونی سیاست کا اختیار بھی انگریز سامراج کو دے دیا۔ لغمان میں حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد امان اللہ خان کو بادشاہ بنانے میں علمائے کرام، روحانی شخصیات اور مجاہدین نے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے حبیب اللہ کے بیٹوں میں امان اللہ خان کو ترجیح دی۔ حبیب اللہ خان کے بعد امان اللہ خان کو والد کا جانشین اور افغانستان کا بادشاہ مقرر کیا گیا۔ علمائے کرام نے امان اللہ خان کو اس لیے ترجیح دی کہ وہ ابتداء سے علمائے کرام سے تعلق اور محبت رکھتے تھے۔ ان کی مجالس میں شرکت کرتے تھے۔ ملک اور بین الاقوامی حالات پر ان کے ساتھ تبادلہ خیال کرتے تھے۔

ہندوستان کی تحریک آزادی کے ایک اہم رہنما اور کابل میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کے نمائندہ خصوصی مولانا عبید اللہ سندھی نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے: جب انگریز کے دباؤ پر امیر حبیب اللہ نے مجھ سمیت کابل میں موجود ہندوستان کے مہاجرین اور مجاہدین کو نظر بند کیا اور ہم پر پابندیاں عائد کیں تو شہزادہ امان اللہ خان اپنے والد امیر حبیب اللہ سے چھپ کر ہمارے پاس آتے اور مالی مدد کرتے۔ مولانا سندھی نے مزید لکھا ہے کہ امان اللہ خان اپنے والد امیر حبیب اللہ کی پالیسیوں پر تنقید کرتے تھے۔ انہیں افغانستان اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ قرار دیا۔ ہمیں یقین دلایا کہ وہ اقتدار سنبھال لیں گے تو افغانستان کی سیاست میں بہت بڑی تبدیلی لائیں گے۔ وہ مستقبل بارے فکر مند اور پریشان تھے۔ مولانا سندھی کہتے ہیں، جب حبیب اللہ خان قتل ہو گئے تو کابل میں امان اللہ خان نے بادشاہت سنبھال لی اور بلا تاخیر ہمیں آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔ رہائی کے بعد ہم امان اللہ خان کو مبارک باد دینے گئے تو انہوں نے مجھے گلے لگایا اور مجھے فارسی میں کہا کہ 'من ہمو ہستم'! امان اللہ خان پہلے سے ہی علمائے کرام کے بہت قریب تھے۔ ان کا اعتماد حاصل کیا تھا۔ غیر ملکی مہمان علمائے کرام کے ساتھ بھی اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے، جب بادشاہت کا معاملہ آیا تو علمائے کرام نے حبیب اللہ خان کے بیٹوں میں امان اللہ خان کو منتخب کیا۔ ان کے سر پر تاج رکھا۔

امان اللہ خان نے اپنی پہلی تقریر میں عالمی برادری پر زور دیا کہ آج کے بعد افغانستان برطانوی سامراج کا غلام ملک نہیں ہے۔ یہ ایک آزاد مسلمان ملک ہے۔ عالمی برادری کو چاہیے وہ افغانستان کو باضابطہ طور آزاد تسلیم کرے اور اس کا احترام کرے۔ واضح رہے انگریز نے آسانی سے راولپنڈی معاہدہ قبول کیا اور نہ ہی اتنی جلدی افغانستان کی آزادی کو قبول کیا۔ انگریز نے امان اللہ خان کے اعلان آزادی کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ جنگ میں مجاہدین نے پیش قدمی کی اور کرم ایجنسی سے ٹل تک تمام علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ ٹل کے مشرق میں بڑی تعداد میں انگریز فوج کا محاصرہ کر لیا۔ اس صورت حال کے بعد انگریز خوف زدہ ہو گئے۔ اس نے جنگ بندی کی پیش کش کی۔ افغانوں نے اس شرط پر جنگ بندی کی پیش کش قبول کی کہ انگریز باضابطہ طور پر افغانستان کی آزادی قبول کرنے کا اعلان کرے۔ افغانستان کی سیاسی آزادی سلب کرنے والا گندمک معاہدہ منسوخ کرے۔ جس پر پہلے یعقوب خان نے دستخط کیے تھے۔ اس کے بعد

عبدالرحمن خان اور حبیب اللہ خان سے زبردستی دستخط لیے گئے۔ طویل بحث اور مذاکرات کے بعد 1919 میں امان اللہ خان نے راولپنڈی کا سفر کیا اور افغانستان کی سیاسی آزادی کے معاہدے پر دستخط کیے۔ اس کے بعد کابل میں افغانستان کی آزادی کا باضابطہ اعلان کیا۔ امان اللہ خان نے مدعو کیے جانے والے افغان رہنماؤں، علمائے کرام اور مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے کہا: 'عزیز ہم وطنو! آپ کو یاد ہوگا، جب میں نے اقتدار سنبھالا تو ملک کی اندرونی اور بیرونی خود مختاری کا وعدہ کیا تھا۔ آج اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ اب تک ترکی، جرمنی، روس، اتریش اور بخارا کی حکومتوں نے ہماری آزادی باضابطہ طور پر قبول کرلی ہے، جس پر میں پوری قوم کو مبارک باد دیتا ہوں۔'

بلاشبہ افغانستان کی خود مختاری اور استحکام کا حصول ایک اہم کامیابی اور ایک عظیم کارنامہ تھا۔ کسی کے اچھے کارناموں سے انکار کرنا یا حقائق کو چھپانا انصاف نہیں ہے۔ آزادی اللہ تعالی کی گراں قدر نعمت ہے، بہت سی قربانیوں کے بعد قوموں کو یہ نعمت نصیب ہوتی ہے۔ امان اللہ خان سمیت اس وقت کے علمائے کرام، اسلاف، اکابرین اور مجاہدین کے کارنامے قابل ستائش ہیں، جنہوں نے انگریز سے آزادی حاصل کی اور سابقہ حکمرانوں کی طرح آزادی کے معاملے پر انگریز کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔ افغانستان نے تب آزادی حاصل کی، جب اسلامی دنیا، بلکہ ایشیاء اور افریقہ میں بہت کم ممالک آزاد تھے۔ موجودہ ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان کے عوام انگریز کے زیر قبضہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ چین کے لوگ بھی آزاد نہیں تھے۔ وہ خونریز لڑائیوں اور باہمی انتشار کی وجہ اندرونی دشمنیوں میں مبتلا تھے۔ سوویت یونین میں بھی یہی صورت حال تھی۔

عالم اسلام میں صرف ترکی نیم آزاد تھا۔ وہ بھی جنگ عظیم کی وجہ سے کمزور ہوا تھا۔ فکری اور ذہنی طور مغرب کے سانچے میں ڈھل گیا تھا۔ برائے نام خلافت عثمانیہ کا آخری دور تھا۔ عرب خلیج میں سعود اور شریف حسین ہاشمی کے خاندانوں کے درمیان تنازع جاری تھا۔ ایران بھی مکمل آزاد نہیں تھا۔ اسمگلنگ حکومتوں نے مغربی خطرات کو جنم دیا۔ ایسے ماحول میں افغانوں نے آزادی حاصل کر کے دنیا کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ دنیا کی محکوم اقوام کو بھی انگریز استعمار سے آزادی حاصل کرنے کا درس دیا۔ افغان عوام کی آزادی کی بدولت ہندوستان، بنگال اور پاکستان کے عوام میں آزادی کا جذبہ پیدا ہوا۔ ہماری آزادی کی بدولت ایران کے عوام میں بھی جذبہ حریت کا احساس پیدا ہوا۔ خاص کر ہندوستان میں افغان آزادی کی آواز کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ انہوں نے افغانستان کی آزادی کو ہندوستان کی آزادی کا مقدمہ قرار دیا۔ اسی جذبے کے ساتھ شاعر مشرق علامہ اقبال نے امان اللہ خان کو خلوص اور محبت کا شعری گلدستہ پیش کیا۔ اپنا بڑا شعری مجموعہ ['پیام مشرق' امان اللہ خان کے نام کر دیا۔ ایک بار ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے علامہ اقبال سے پیام مشرق کے بارے میں پوچھا کہ انہوں نے اس پر امان اللہ خان کا نام کیوں لکھا ہے؟ علامہ اقبال نے کہا: میں اس کتاب کو ایک آزاد مسلمان بادشاہ کے نام سے منسوب کرنا چاہتا تھا۔ امان اللہ خان کے علاوہ کوئی اور بادشاہ اس معیار پر پورا نہیں اترا۔

یہ بھی سچ ہے کہ امان اللہ خان نے علمائے کرام کے ساتھ اپنے وعدوں کی پاس داری نہیں کی۔ وہ علمائے کرام، مجاہدین روحانی شخصیات اور قومی عمائدین کی مرہون منت اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جب امان اللہ خان نے اقتدار کے مزے لیے اور انہیں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر شہرت ملی تو انہیں احساس ہوا کہ اسے اب دوسرے لوگوں کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی شخص بغاوت کر سکتا ہے۔ اس لیے انہوں نے علمائے کرام، روحانی شخصیات اور مجاہدین کے بجائے آزاد خیال لوگوں کے ساتھ تعلقات بڑھا لیے۔ ان کی مشاورت سے اصلاحات کے نام پر مغربی کلچر کو فروغ دینے کی کوششیں شروع کیں۔ یہ ان کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے تمام کارناموں پر پانی پھر دیا۔ عوام میں ان کی مقبولیت اور شہرت کا گراف گر گیا۔ قوم مایوسی کا شکار ہوگئی۔ علمائے کرام، روحانی شخصیات اور مجاہدین ان سے ناراض ہوگئے۔ علمائے کرام سے ٹکراؤ کی نوبت آگئی۔ وہ تصادم کے اس ماحول میں سنجیدہ اقدام اٹھانے کے بجائے یورپ کے دورے پر چلے گئے۔ ان کی واپسی سے قبل بغاوت شروع ہوگئی اور افغانستان خانہ جنگی کا میدان بن گیا۔

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ غیور افغان عوام کے خون میں وطن اور آزادی سے محبت کا جذبہ موجود ہے۔ اس لیے آج تک دنیا کی کوئی طاقت افغان عوام کی آزادی سلب کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ دشمن بھی اس کا اعتراف کرتا ہے۔

حامد کرزئی حقیقت حال

شاہد غزنیوال

جولائی میں امارت اسلامیہ کے قطر دفتر کے سربراہ ملا برادر اخند نے ماسکو کا دورہ کیا۔ انہوں نے بین الافغانی کانفرنس کے دوران کابل انتظامیہ کے سابق سربراہ حامد کرزئی کو قابل توجہ نہیں رکھا۔ انہیں دیگر رہنماؤں کی نسبت امتیازی حیثیت نہ دی۔ جس پر حامد کرزئی نے امارت اسلامیہ کی جانب سے جاری امن مذاکرات اور قیام امن کے لیے کی جانے والی کوششوں کی مخالفت میں پوزیشن اختیار کرلی۔ کرزئی نے امریکا کو یہ اعتماد دلایا تھا کہ وہ ملا برادر سے مل کر انہیں اپنا قبائلی و علاقائی تعارف کرائیں گے تو وہ اُن سے کچھ مطالبات منوا لیں گے، جو امریکا کی خواہش ہے۔ مگر کانفرنس میں ملا برادر کے سرد رویے نے حامد کرزئی کی امیدیں خاک میں ملادیں۔

حامد کرزئی نے ماسکو سے واپس آنے کے بعد فوراً اپنی طرف سے یہ اعلان کردیا کہ وہ طالبان کے مشکور ہیں کہ انہوں نے عیدالفطر کے دنوں میں فائربندی پر اتفاق کیا ہے۔ چوں کہ امارت اسلامیہ نے ماسکو کانفرنس میں فائربندی کے حوالے سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا، اس لیے امارت نے ایک اعلامیہ جاری کیا، جس میں کرزئی کے اس اعلان کو جھوٹ قرار دیا گیا۔ حامد کرزئی نے اپنے اعلان کے جواب میں طالبان کے جاری کردہ اعلامیے کے باعث طالبان خلاف اپنا موقف اور بھی سخت کردیا۔ طالبان کی جانب سے امن کی جدوجہد کو بیرونی قوتوں کی مرضی سے مشروط کردیا۔

حامد کرزئی آج کل عوامی مجالس یا میڈیا پر خود کو امریکی جارحیت کا بہت زیادہ مخالف بنا کر پیش کررہے ہیں۔ وہ درحقیقت شاہ شجاع اور ببرک کارمل سے زیادہ بیرونی جارحیت کے وفادار اور غیرملکیوں کے نوکر واقع ہوئے ہیں۔ ان کی ساری سیاسی شہرت امریکی جارحیت کا حاصل وصول ہے۔ انہیں امریکا نے ہی اپنے طیاروں کے ذریعے اروزگان کے پہاڑوں پر اتارا تھا۔ انہیں امریکی بموں اور کروز میزائلوں کے ذریعے افغانوں پر مسلط کیا گیا۔ انہی حامد کرزئی کو ایک افغان شہری کے طور پر تیس ملین افغانوں میں سے کسی پر اعتماد نہیں تھا۔ وہ خود کو افغانوں کے حملوں سے بچانے کے لیے امریکی محافظوں کے حصار میں رہے۔

2004 میں قندھار شہر میں عبدالرحمن نامی ایک مجاہد نے ان پر حملہ کیا۔ اس حملے میں امریکی محافظوں نے ہی حامد کرزئی کو بچایا۔ اس میں ایک امریکی فوجی بھی ہلاک ہوگیا تھا۔ حامد کرزئی نے اپنے دور میں افغان عوام کے قتل عام پر بش سے لے کر اوباما اور امریکی جنرلز تک، سب سے اعزازی اسٹارز وصول کررکھے ہیں۔ انہی کے دور میں صوبہ فراہ کے علاقے عزیزآباد کا دردناک واقعہ پیش آیا۔ اروزگان کی مساجد، عوامی تقریبات اور کنڑ، ننگرہار، خوست، قندوز کی عوامی تقریبات پر بمباریاں، کاپیسا میں عوام پر بیالوجیکل اسلحے کے استعمال کے واقعات سامنے آئے۔ دوسری طرف جناب موصوف نے صرف مگرمچھ کے آنسو بہانے پر اکتفا کیا۔ کسی عملی اقدام کی جرات نہیں کی۔ حامد کرزئی نے جارحیت پسندوں کے ایک کٹھ پتلی کے طور پر ہمیشہ امریکی مفادات کے لیے کام کیا ہے۔ اس کے مفادات کے لیے اپنے عوام کو نقصان پہنچایا ہے۔

2009 تک امریکی جارحیت کے عروج کے دن تھے۔ حامد کرزئی نے اُن دنوں میں کبھی بھی امریکا کے خلاف زبان نہیں کھولی۔ جب 2009 میں امریکا سمجھ گیا کہ کرزئی مزید ہمارے مقاصد کی تکمیل میں ناکام ثابت ہورہے ہیں، لہذا ان کی جگہ ایسے کٹھ پتلی کو تلاش کیا جائے، جو ہماری چاکری میں اِن سے بڑھ کر ہو۔ تب سے حامد کرزئی نے مخالفت کا رویہ اختیار کرلیا۔ یہ مخالفت بھی صرف نعروں تک محدود تھی۔ انہوں نے کبھی بھی امریکا کے جنگی جرائم کے مقابلے میں ایسا کوئی اقدام نہیں کیا، جو بیرونی جارحیت کی براہ راست مخالفت ثابت ہو۔ جب 2014 میں وہ سمجھ گئے کہ اب ان کا دور اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ تب انہوں نے امریکا کے ساتھ ہونے والے سکیورٹی معاہدے کی مخالفت شروع کردی۔ یوں انہوں نے عوام کو دھوکہ دینے کے ایک اور کھیل کا آغاز کردیا۔ کرزئی اب ایک قومی رہنما کے طور پر جتنا بھی امریکا کے خلاف پروپیگنڈا کریں، یہ ان کا حکومت کے حصول کا ایک اور طریقہ ہے، جس سے وہ کچھ سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ ورنہ فطرتاً کرزئی بے حمیتی اور بے غیرتی میں برطانوی کٹھ پتلی شاہ شجاع اور روسی کٹھ پتلی ببرک کارمل سے بڑے بے حمیت انسان ہیں۔ امریکا نے کل جو کچھ کیا یا آج جو کچھ کررہا ہے، افغانستان میں سب میں کرزئی کا برابر کا حصہ موجود ہے۔ وہ امریکی جارحیت کے شریکِ جرم دشمن نما دوست ہیں۔

آج عبدالکریم خرم جیسے درباری اردلی کتابیں لکھ کر ان میں کرزئی کو امریکا مخالف بنا کر پیش کرتے ہیں۔ کچھ سادہ لوح انہیں ملی لیڈر کا جعلی خطاب دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کبھی بھی کرزئی کو ان جرائم سے بَری نہیں کرسکتا، بلکہ ان کا نام افغان تاریخ میں دوسرے شاہ شجاع اور ببرک کے طور پر لکھا جائے گا۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ جو شخص امریکی طیاروں کے ذریعے افغانوں پر مسلط کیا جائے، وہ ایک جعلی خطاب سے پاک شفاف کا کردار کا مالک بن سکے گا۔

مولوی جلال الدین حقانی

عبدالحق حقانی

حالیہ دنوں ایک سرفروش ہیرو، چار نامور شہداء کے والد، افغانستان کے عمر مختار اور مرحوم امیر المومنین ملاعمر کے وفادار دوست کی برسی ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ کی راہ میں گزار دی۔ مرحوم جلال الدین حقانی صاحب وہ رہنما تھے، جنہوں نے وقت کے کسی جابر اور ظالم کے آگے سر نہیں جھکایا۔ وہ دشمن کے مقابلے میں بہت بہادری سے نکلے۔ وہ اللہ کی راہ کے درویش صفت مجاہد، خالد ثانی اور معاصر تاریخ کے مانے ہوئے جرنیل تھے۔ وہ شرق و غرب میں افغان مجاہدین کے نامور مجاہد رہنما تھے۔ جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو حقانی صاحب رحمہ اللہ ایک سچے مجاہد کے طور پر مجاہدین کی صف میں کھڑے ہوگئے۔ سچائی سے اپنی جنگ کا آغاز کیا۔ ہزاروں ہم وطنوں نے ان کا ساتھ دیا۔ انہوں نے انتہائی مشکل حالات میں جہاد جاری رکھا۔ بھوک، پیاس اور زخم سہے۔

روسی جارحیت کے دور میں مجاہدین کی مختلف تنظیمیں تھیں۔ ان کے درمیان کچھ نہ کچھ اختلاف تھا، جو ایک فطری امر ہے۔ حقانی رحمہ اللہ نے کبھی کسی سے اختلاف نہیں کیا۔ ہمیشہ اپنی پوری توانائی دشمن کے خلاف استعمال کی۔ داخلی انتشار اور اختلاف کا راستہ ہمیشہ اپنے اخلاص اور سچائی سے روکا۔ ایک عشرے سے زائد عرصہ مقدس جہاد کے بعد اللہ تعالی کے فضل سے سوویت اتحاد توڑنے میں کامیاب ہوگئے۔ جسے آج لوگ روس کے نام سے جانتے ہیں۔

انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد افغانستان خانہ جنگی کا میدان بن گیا۔ حقانی صاحب اپنے نسبتی نام کے اصل مصداق بن کر سامنے آئے۔ انہوں نے اس حساس دور میں منتشر بھائیوں کے درمیان صلح کے لیے کوششیں کیں۔ ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں دینی علوم کے طلبا نے فسادات، بدامنی اور لوٹ مار کے خلاف تحریک اٹھائی۔ حقانی صاحب حق پرستوں کے ساتھی ہوگئے۔ فسادات اور بدامنی روکنے کے لیے مقدس جہاد کا حصہ بن گئے۔ بہت کم عرصے میں امارت اسلامیہ افغانستان کے 95 فیصد حصے پر حاکم ہوگئی۔ اس بار امریکا نے بے بنیاد دعوؤں کے ساتھ افغان سرزمین پر جارحیت کردی۔ حقانی صاحب رحمہ اللہ نے ایک بار پھر جہاد کے محاذوں کا رخ کیا۔ خارجی قوتوں کے لیے اپنی سرزمین کو گرم تانبا بنا کر رکھ دیا۔ اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ جہاد کے مقدس دور میں کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ پورے اخلاص سے دشمن کا مقابلہ کریں۔ للہ الحمد! ان کی کوششیں، تکالیف اور قید و بند کی صعوبتیں رنگ لے آئیں۔ آج امارت اسلامیہ فتح کی دہلیز پر ہے۔ حقانی صاحب رحمہ اللہ نے بچپن سے وفات تک بہادری سے دین کا دفاع کیا۔ کسی قسم کی مادیات کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

وہ محاذ کے مجاہد، محراب و منبر کے واعظ اور جرگوں کے نمایاں رہبر تھے۔ انہوں نے ہمیں سکھایا کہ جو جہاد منبر پر بیان ہو سکتا ہے، عملا میدان جنگ میں کیسے انجام دیا جاسکتا ہے۔

حقانی صاحب امت مسلمہ کے عظیم مجاہد، سچے محبت کرنے والے اور ایک دردمند مجاہد تھے۔ انہوں نے اپنا سب کچھ امت کے مفاد پر قربان کردیا۔ دنیا کے بڑے فرعون کا غرور خاک میں ملا دیا۔ اسلام اور افغان سرزمین کی آزادی کے لیے خاندان کے بہت سے افراد سمیت چار پیارے بیٹے بھی نذرانہ کردیے۔ اپنی اذان سے الحاد کے خلاف سوئی ہوئی قوم کو جگایا۔ انہوں نے حق و باطل کے معرکوں کے لیے ہزاروں ایسے جرنیل پیدا کیے، جو تھکتے نہیں۔ وہ شہادت سے محبت کرتے ہیں۔ محترم حقانی صاحب نے دنیا کو بتایا کہ حقیقی رہنماؤں کا مقام جنگ کے پہلے خط میں ہوتا ہے۔ ان کے بیٹوں نے اپنے نام شہیدوں اور اسیروں کی لسٹ میں سب سے آگے لکھوائے۔

افغان صدارتی انتخابات کی ناکامی

سیف العادل احرار

امریکی قبضے کو دوام بخشنے کے لیے نام نہاد الیکشن کا ڈرامہ رچایا گیا تھا۔ جعلی الیکشن کے پہلے دو ادوار میں امریکی ٹینکوں، طیاروں اور کروز میزائلوں کے زیر سایہ لائے گئے حامد کرزئی کو کٹھ پتلی صدر مسلط کیا گیا۔ 2014 کے الیکشن میں امریکی غلامی میں سبقت حاصل کرنے والے اشرف غنی کو مفکر کے روپ میں قوم پر مسلط کیا گیا۔ انہوں نے حلف اٹھانے سے پہلے ہی سکیورٹی معاہدے پر دستخط کر کے ملک و قوم کو بیچ دیا۔ پانچ سال تک غیر قانونی مسلط رہنے والے اشرف غنی کی حقیقت کھل کر سامنے آئی۔ قوم کو بھی پتہ چلا کہ ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ انہوں نے صدارت کا منصب سنبھالنے کے بعد امریکی فوج کو چھاپوں اور ڈرون حملوں کی دوبارہ اجازت دی۔ پل چرخی سمیت دیگر جیلوں میں ہزاروں قیدیوں کو امریکی فوج کی تحویل میں دے کر اپنا بھیانک چہرہ خود بے نقاب کیا۔ امریکی فوج کے زیر انتظام بگرام جیل بھی دوبارہ فعال بنائی۔ ان کے پانچ سالہ غیر قانونی دور اقتدار میں ڈرون حملوں، چھاپوں اور امریکی و افغان فورسز کی کارروائیوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ مادر بم کا تجربہ کیا گیا۔ 60 ہزار سے زائد افغان اہل کار ہلاک ہوئے۔ کرپشن، منشیات کی پیداوار، بدانتظامی اور باہمی اختلافات میں اضافہ ہوا۔ ترقیاتی منصوبوں کا کوئی بڑا پروجیکٹ شروع نہیں ہوا۔ بدامنی کے واقعات میں شدت آئی۔ داعشی منصوبے اور قومی تعصبات کو پروان چڑھایا گیا۔ مجموعی طور پر افغانستان کی تاریخ کے ناکام ترین صدر ثابت ہوئے۔

امریکا نے مزید پانچ سال تک مفکر کو مسلط کرنے کے لیے صدارتی الیکشن کے ڈرامے کا اعلان کیا، جس کے پہلے مرحلے میں 18 نامزد امیدوار میدان میں اترے۔ تاہم بعد میں چار امیدوار دستبردار ہوگئے۔ افغانستان کی آبادی 3 کروڑ 40 لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ ووٹر لسٹوں میں صرف 90 لاکھ شہریوں نے اپنے ناموں کا اندراج کرایا ہے۔ اس کے علاوہ 60 لاکھ مہاجرین اور اندرونِ نقل مکانی کرنے والے 30 لاکھ سے زائد شہری حق رائے دہی استعمال کرنے سے محروم ہیں۔ جب کہ 70 فیصد رقبے پر کابل انتظامیہ کا کنٹرول نہیں ہے، جہاں الیکشن نہیں ہوسکا۔ افغان عوام نے مجموعی طور پر جعلی الیکشن کا بائیکاٹ کیا اور عدم شرکت سے امریکی منصوبہ مسترد کر دیا۔ کابل سمیت جن بڑے شہروں میں نام نہاد انتخابات ہوئے، وہاں بڑے پیمانے پر بدنظمی، دھاندلی اور بے ضابطگیوں کے الزامات سامنے آئے ہیں۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق الیکشن کا ٹرن آؤٹ 20 سے 25 فیصد کے درمیان رہا، جو 2014 کے صدارتی الیکشن اور 2018 کے پارلیمانی الیکشن سے بھی کم ہے۔ صدارتی الیکشن میں عوام کی عدم شرکت سے ثابت ہوا کہ عوام امریکی جارحیت کو مسترد کر چکے ہیں۔ اگرچہ الیکشن میں بڑے پیمانے پر دھاندلی ہوئی اور الیکشن سے ایک رات قبل دھاندلی کے تمام انتظامات مکمل کیے گئے۔ تاہم پہلے ہی سے سب کو یقین تھا کہ امریکی غلامی میں سند یافتہ اشرف غنی کو ایک بار پھر قوم پر مسلط کیا جائے گا۔ دیگر سیاسی جماعتوں اور امیدواروں نے بھی انتخابی نتائج مسترد کر دیے ہیں۔ دھاندلی کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ ایک امیدوار نے کہا کہ صدارتی انتخابات کابل میں امریکی سفیر کنٹرول اور مانیٹر کر رہے تھے۔ لہٰذا ان انتخابات کی کوئی

حیثیت نہیں ہے۔

امارت اسلامیہ نے صدارتی سلیکشن کو پہلے ہی مسترد کر دیا تھا۔ عوام سے بھی اپیل کی تھی کہ وہ امریکی ڈرامے میں شرکت نہ کریں۔ عوام نے امارت اسلامیہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے الیکشن کا بائیکاٹ کر کے امریکی منصوبہ مسترد کر دیا۔ امارت اسلامیہ نے الیکشن میں عدم شرکت پر عوام کا شکریہ ادا کیا اور واضح کیا کہ قوم مجاہدین کے ساتھ کھڑی ہے۔ اعلامیے کے مطابق افغان مجاہد قوم نے مل کر نام نہاد انتخابات میں حصہ لینے سے انکار کیا۔ اس سازش کو ناکام بنانے کے ساتھ ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا کہ افغان عوام کے لیے بیرونی جارحیت کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہے۔ کابل انتظامیہ نے اپنے آپ کو قانونی حیثیت دینے کے لیے جعلی انتخابی کا انعقاد کیا، تاہم قوم کی اکثریت نے اس پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ چند ایک محدود شہروں میں کچھ سرکاری اہل کاروں، ملازمین اور ورغلائے گئے شہریوں کے علاوہ قوم کی اکثریت نے امریکی سازش ناکام بنائی اور اس میں حصہ نہیں لیا۔ جعلی انتخابی عمل کی ناکامی سے درج ذیل نکات واضح ہو گئے:

1۔ افغان قوم کی اکثریت امریکی قبضے کا خاتمہ اور یہاں ایک مضبوط اسلامی نظام کا نفاذ چاہتی ہے۔

2۔ کابل انتظامیہ میں شامل حکام حقائق کا اعتراف کریں۔ غیر ملکیوں کی حمایت سے اپنے عوام کے اسلامی اقدار اور امنگوں سے کھیلنا بند کریں۔ غیر ملکی قوتوں کی غلامی سے نجات حاصل کریں۔

3۔ چوں کہ غیر جانب دار میڈیا اور الیکشن کی نگرانی کرنے والی تنظیموں نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ انتخابات کا ٹرن آؤٹ بہت کم تھا۔ عوام نے اس میں شرکت نہیں کی، جو قوتوں کے لیے نوشتہ دیوار ہے۔ افغان عوام نے الیکشن میں عدم شرکت سے قوتوں کو واضح پیغام دیا کہ ان کے لیے امریکی جارحیت قابل برداشت ہے اور نہ ہی مسلط کردہ کابل انتظامیہ قابل قبول ہے۔ لہٰذا امریکا کو چاہیے کہ وہ افغان عوام کے فیصلے کی روشنی میں جارحیت ختم کر کے افغان قوم کے مطالبات تسلیم کرے۔

4۔ مجاہدین کو اپنے عوام کی قدر کرنی چاہیے۔ یہ وہ لوگ تھے، جنہوں نے آج دشمن کی سازش ناکام بنائی اور جرات کے ساتھ اپنا فیصلہ سنا دیا۔ بدخشان سے لے کر ارزگان تک، ہرات سے ننگرہار تک، قندوز اور بلخ سے قندھار اور پکتیکا تک یک آواز پوری قوم نے مجاہدین کی اپیل پر عمل کیا اور دشمن کا منصوبہ ناکام بنایا۔

دوسری جانب مجاہدین نے پولنگ اسٹیشنز، امریکی مراکز اور سکیورٹی فورسز پر 531 حملے کیے، جن میں مجموعی طور پر 4 اضلاع، ایک بیس، ایک فوجی اڈہ اور 7 چوکیاں فتح ہوئیں۔ 422 فوجی اور پولیس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے صوبہ کابل، کنڑ، پکتیا، پروان، میدان وردگ، غزنی، لغمان، پکتیکا، خوست، لوگر، بلخ، کاپیسا، جوزجان، بامیان، ننگرہار، بدخشان، قندوز، تخار، نورستان، سرپل، ہلمند، ہرات، نیمروز، قندھار، فراہ، بادغیس، فاریاب، دائی کنڈی اور زابل میں انتخابی مراکز اور سکیورٹی فورسز کو نشانہ بنایا۔ مجاہدین کی کارروائیوں میں صوبہ تخار میں تین اضلاع 'بہارک، خواجہ غار اور چاہ آب' اور جوزجان کا ضلع درزاب مکمل طور پر فتح گیا۔ بغلان میں ایک بیس، پکتیکا میں ایک حلقہ اور قندوز، غزنی اور کاپیسا میں سات چوکیاں فتح ہوئیں۔

ان کارروائیوں کے دوران تین کمانڈروں سمیت 258 فوجی اور پولیس اہل کار ہلاک، جب کہ 166 اہل کار زخمی ہوئے۔

امن مذاکرات میں برتری

حفیظ اللہ عابد

کچھ دانش ور سیاست کو شطرنج کا کھیل سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ سیاست کی تعریف 'الفت صاحب مرحوم' کی طرح جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی سے کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سیاست کا مطلب 'کہنا کچھ اور کرنا کچھ ہے۔' بعض کے نزدیک سیاست دان رات کے وقت سورج کی روشنی اور دن میں تاریکی ظاہر کرتے ہیں۔ اس نظریے کے حامل لوگ زیادہ ہیں۔ وہ سیاست میں دیانت داری اور سچائی پر یقین نہیں رکھتے۔ جب کہ دانش وروں کا ایک بہت بڑا طبقہ کہتا ہے 'سیاست ہر کسی کا کام نہیں ہے۔ بڑے ذہین اور وسیع سوچ کے حامل مفکرین سیاست کر سکتے ہیں۔'

افغانستان کا معاملہ ایک انقلابی عمل سے گزرا ہے۔ 40 برس مکمل ہو گئے کہ اس ملک میں عسکری سرگرمیوں کے علاوہ سیاسی مسائل بھی جوں کے توں ہیں۔ اس عرصے میں انقلاب برپا کرنے والے کھلاڑی موجود ہیں اور نہ ہی ان کی مدد کرنے والے بااثر ممالک اپنے موقف پر قائم ہیں۔ دنیا کے ہر حصے میں سیاسی تحریکوں اور سیاسی رجحانات کی رفتار معلوم ہے۔ حتمی نتیجہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔ افغانستان کا مسئلہ گزشتہ چار دہائیوں سے بہت ہی پیچیدہ ہے۔ بہت مشہور کھلاڑی یہاں ناکام ہو چکے ہیں۔ اس معاملے کے آخری دو عشروں کا سیاسی مسئلہ پیچیدہ ہے۔ دنیا کے تمام اہم کھلاڑی عسکری جدوجہد کی ناکامی کے بعد سیاسی حل پر متفق ہو چکے ہیں۔ افغانستان کا کھیل دنیا کے دیگر سیاسی رجحانات سے مختلف ہے۔

گزشتہ سال امریکا نے طالبان کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور قطر میں دس ماہ کے طویل عرصے میں مذاکرات کے دوران جو تنزل اور انحطاط ظاہر کیا، بہت سے دانش ور حیران ہوئے کہ امریکا نے طالبان کے ساتھ دشمنی میں 180 فیصد یوٹرن کیوں لیا؟ ٹرمپ نے مذاکرات کی کامیابی کے بعد ایک ٹویٹ کے ذریعے امن معاہدہ منسوخ کرنے کا اعلان کیا، جس پر مختلف حلقوں نے حیرت کا اظہار کیا۔ سوال یہ ہے کہ ٹرمپ نے واقعی کابل میں ایک امریکی فوجی کی ہلاکت پر دل برداشتہ ہو کر امن معاہدہ منسوخ کیا یا اس کے پیچھے کچھ مختلف عوامل کارفرما ہیں؟

تجزیہ کاروں کے مطابق واشنگٹن اور وائٹ ہاؤس کے درمیان اختلافات امن معاہدے کی منسوخی کی بنیادی وجہ ہے۔ کچھ تجزیہ کاروں کا خیال ہے طالبان پر دباؤ بڑھانے کے لیے ٹرمپ نے معاہدہ منسوخ کیا۔ چوں کہ اس معاہدے میں طالبان کی تمام شرائط تسلیم کی گئی تھیں، جس کا مطلب یہ تھا کہ امریکا طالبان کے سامنے سرنڈر ہو گیا ہے۔ جب کہ اکثر تجزیہ کاروں کا نکتہ نظر یہ ہے کہ کیمپ ڈیوڈ میں اشرف غنی، طالبان اور ٹرمپ کی غیر اعلانیہ ملاقات سے طالبان مذاکراتی ٹیم کے ارکان نے انکار کیا، جس پر ٹرمپ نے شدید ردعمل ظاہر کیا۔

اہم بات یہ ہے کہ دینی مدارس سے نکلنے والے طالبان نے عصرِ حاضر کے مکار دشمن امریکا کو مذاکرات کی میز پر شکست دے کر اپنے اصولی موقف اور شرائط پر دلیل اور منطق کی روشنی میں اپنا مدعا ثابت کیا۔ طالبان نے سیاسی اور سفارتی محاذ پر یہ معرکہ جیت لیا ہے۔ دشمن کی سازشوں اور چالوں کو ناکام بنایا ہے۔ امریکی صدر نے طویل عرصے تک جاری رہنے والے مذاکرات منسوخ کر دیے۔ درحقیقت اس اقدام سے طالبان کی سیاسی بصیرت ظاہر ہوئی اور دشمن کو زبردست سیاسی دھچکا لگا ہے۔ امارت اسلامیہ نے عسکری محاذ پر امریکی اور نیٹو فوج کو بدترین شکست دے کر نئی تاریخ رقم کی ہے۔ اسی طرح سیاسی محاذ پر بھی دشمن کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ قطر سیاسی دفتر کے رہنماؤں نے جس صبر، تحمل اور حکمت کے ساتھ امن منصوبہ آگے بڑھایا، وہ قابل ستائش ہے۔ ہماری قابل فخر قیادت اپنے اصولی موقف سے دست بردار ہوئی اور نہ ہی معمولی لچک دکھائی، بلکہ شہداء کے لہو سے وفاداری کرتے ہوئے آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے راہ ہموار کی، تاہم شکست خوردہ دشمن نے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اپنا مکروہ چہرہ بے نقاب کیا ہے۔

الفتح آپریشن کی نئی لہر

حبیب مجاہد

کابل انتظامیہ نے ڈونلڈ ٹرمپ کے ٹویٹس پر جشن منایا اور طالبان کے ساتھ مذاکرات کی منسوخی کو رواں سال کی سب سے بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔ جس کے رد عمل میں طالبان نے عملی میدان میں وسیع پیمانے پر حملے شروع کیے اور متعدد اضلاع پر فتح کے جھنڈے گاڑ دیے ہیں۔ اگر صرف حالیہ دس دنوں میں ہی طالبان کی بڑی کارروائیوں کو دیکھا جائے تو ستمبر کے پہلے دس دن الفتح آپریشن کے کامیاب ترین دن تھے۔ طالبان نے ستمبر کے آغاز میں قندوز، بغلان، تخار، مزار شریف، فاریاب، فراہ اور دار الحکومت کابل میں بڑے پیمانے پر حملے کیے۔ طالبان نے 2 ستمبر کو کابل شہر کے حساس علاقے گرین ولیج میں امریکی کمپاؤنڈ پر شدید حملہ کیا، جس سے قابض فوج کو بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا۔ حملے کی تصاویر سے پتا چلتا ہے، اس حملے نے قابض فوج کی بستیوں کو کافی نقصان پہنچایا ہے۔ وزارت داخلہ کے ترجمان نے بتایا کہ اس حملے میں گرین ولیج کے عملے کے 16 افراد ہلاک اور 119 زخمی ہوئے ہیں۔ طالبان کے ترجمان کا کہنا ہے کہ دشمن کی ہلاکتیں زیادہ ہیں۔

مجاہدین نے 3 ستمبر کو صوبہ بلخ کا ضلع زارع فتح کرنے کا اعلان کیا۔ 5 ستمبر کو کابل کے ششدرک کے علاقے میں انٹیلی جنس دفتر کے مین گیٹ پر ایک فدائی مجاہدین نے قابض فوج کی تین لینڈ کروز گاڑیوں کو نشانہ بنایا، جس سے دو گاڑیاں مکمل تباہ ہوگئیں۔ ان میں سوار فوجی افسران سمیت متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ کابل انتظامیہ نے اس حملے میں 12 افغان اور غیر ملکی فوجیوں کی ہلاکت کی تصدیق کی تھی۔ طالبان نے 6 ستمبر کو صوبہ فراہ کے مرکز پر تین اطراف سے حملہ کیا۔ ترجمان قاری محمد یوسف احمدی نے خبر جاری کی کہ مجاہدین نے صوبہ فراہ کے مرکز میں کلی زمان، ریگی اور باغ پل کے اطراف میں کابل انتظامیہ کی فورسز پر حملے کیے ہیں۔ شدید جھڑپوں کے بعد اب دوپہر تک بھرتی کے مرکز، متعدد چوکیاں اور مراکز فتح ہو چکے ہیں۔ مجاہدین شہر کے وسط تک پہنچ گئے ہیں۔ جہاں انہوں نے پولیس ہیڈ کوارٹر اور انٹیلی جنس مرکز پر اپنے حملے جاری رکھے۔ اسی روز مجاہدین نے فراہ کے ضلع انار درہ پر بھی حملہ کیا۔ معمولی مزاحمت کے بعد اسے فتح کر لیا۔ اس کامیاب کارروائی میں مجاہدین کو مال غنیمت میں متعدد فوجی گاڑیاں، ٹینک، بھاری ہتھیار اور فوجی سامان ملا۔

اسی طرح مجاہدین نے بغلان کے دار الحکومت پل خمری پر بھی حملہ کیا اور شہر کے متعدد علاقوں سے دشمن کو پسپا کر کے وہاں اپنے مورچے قائم کیے۔ پل خمری شہر اب بھی مجاہدین کے گھیرے میں ہے۔ اس شہر کے چار اطراف مرکزی شاہراہوں پر مجاہدین گشت کر رہے ہیں۔ ان علاقوں میں دشمن کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ مجاہدین نے قندوز کے تین اضلاع خان آباد، دشت آرچی اور قلعہ زال فتح کر کے دشمن پر کاری وار کیے ہیں۔ اس کے بعد صوبہ بغلان کے ضلع گذرگاہ نور اور تخار میں تین اضلاع خواجہ غار، ینگی قلعہ اور درقد بھی فتح کیے۔ ان تمام کارروائیوں میں سیکڑوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ بھاری مقدار میں اسلحہ بھی غنیمت میں ملا۔

ان حملوں اور فتوحات کے تسلسل سے ثابت ہوتا ہے طالبان نے ٹرمپ کے مضحکہ خیز دعوؤں کی قلعی کھول دی ہے۔ مجاہدین کو دبانے سے وہ مزید مشتعل ہوتے ہیں۔ ان کے جذبہ جہاد اور شوق شہادت میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ ایمانی قوت سے مالامال ہیں۔ ان کی تاریخ گواہ ہے، وہ دباؤ قبول کرتے ہیں اور نہ ہی ہار مانتے ہیں۔ اپنی قیادت کے حکم کے منتظر ہیں۔ ہدایات ملتے ہی دشمن پر کاری وار کرتے ہیں۔

امن عمل کا التوا اور چند حقائق

نعمت میوند

امریکی صدر نے 8 ستمبر کو اچانک ایک ٹویٹ کے ذریعے کیمپ ڈیوڈ میں طے شدہ ملاقات منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔ جس کے بارے میں پہلے کسی کو پتہ نہیں تھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے طالبان کے ساتھ جاری کامیاب مذاکرات بھی معطل کرنے کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے امن عمل منسوخ کرنے سے پہلے اپنی مذاکراتی ٹیم کو اعتماد میں لیا اور نہ ہی ان کی حیثیت کا خیال رکھا۔ حالانکہ اعلیٰ سیاسی اور فوجی حکام پر مشتمل اس ٹیم نے مذاکرات کی کامیابی کے لیے دس ماہ کی طویل محنت کی اور مختلف ممالک کے متواتر دورے کیے۔ انہوں نے مختلف ممالک کو اعتماد میں لیا تھا۔ ان کی حمایت حاصل کی تھی۔ طالبان کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بہت سے معاملات حل کیے۔ ٹرمپ نے امریکی محکمہ خارجہ سے مشاورت کی اور نہ ہی دیگر اداروں کو اعتماد میں لیا۔ انہوں نے اچانک اعلان کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ اسی وجہ سے ابھی تک کسی امریکی ادارے نے باضابطہ موقف پیش نہیں کیا ہے۔ امریکی وزیر خارجہ نے ٹرمپ کی ٹویٹ میں ترمیم کی کوشش کی، لیکن تب پانی سر سے گزر گیا تھا۔ جب کہ بظاہر ایسا لگتا ہے ٹرمپ کو بھی کسی نے ورغلایا ہے۔ ان کے اقدامات اور اظہار خیال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک موقف پر قائم نہیں ہیں۔ انہوں نے قومی سلامتی کے مشیر جان بولٹن کو برطرف کیا، جن کے بارے کہا جاتا ہے وہ امن عمل کے شدید مخالف تھے۔ یہ بھی ممکن ہے امن عمل میں حائل رکاوٹیں دور کرنے کے لیے امن معاہدہ منسوخ کرنے کا اعلان کیا ہو اور اسی تناظر میں جان بولٹن کو برطرف کیا ہے۔

امریکی مذاکراتی ٹیم سے پتہ چلا تھا کہ وہ ٹرمپ کے مزاج اور مذاکرات کو درپیش چیلنجز سے پریشان تھی۔ یہ خدشہ کیوں تھا؟ اس کی متعدد وجوہات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے اپنی ٹویٹ میں بات چیت کی منسوخی کی وجہ کابل میں ایک امریکی فوجی کا قتل قرار دیا۔ یہ بظاہر معقول دلیل نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی امریکی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ شاید مستقبل میں بھی مارے جائیں گے۔ لہٰذا ایک امریکی فوجی کی ہلاکت اتنے بڑے منصوبے کے تعطل کا سبب نہیں بن سکتی۔ البتہ ایک کمزور بہانہ ہو سکتا ہے۔

2۔ یہ بھی ممکن ہے امریکی حکام نے غور کیا ہو گا کہ امن مسودے پر دستخط کرنے کے بعد کابل انتظامیہ منتشر ہو جائے گی، جس کو دوبارہ منظم کرنا مشکل ہے۔ مذاکرات کے قریبی ذرائع کا کہنا ہے کہ معاہدے پر دستخط کرنے سے غیر ملکی فوج کا کردار ختم اور ان کی سرگرمیاں محدود ہو جانا تھیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ کابل انتظامیہ غیر ملکی فوج کے عسکری کردار کے ذریعے زندگی کی سانس لے رہی ہے۔

3۔ باخبر ذرائع کے مطابق مسودے میں شامل چند نکات پر کچھ حلقوں نے تشویش کا اظہار کیا تھا۔ ان کی جانب سے امریکی حکومت پر دباؤ بڑھ رہا تھا۔ امن عمل کی مخالف حزب اختلاف نے کہا تھا کہ یہ معاہدہ ہمارے مفاد میں نہیں ہے۔ کابل انتظامیہ نے بھی امریکی حکام کو اپنی معلومات اور نظریات پیش کرتے ہوئے امن مذاکرات کو نقصان دہ اور خطرناک قرار دیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس ادارے نے امریکا کو ٹھوس امید دی ہو کہ وہ طاقت کے ذریعے جنگ جیت سکتے ہیں۔ لہٰذا اس بات کا امکان ہے کہ ٹرمپ اور ان کے دوستوں نے یہ

اقدام اسی طرح اٹھایا ہوگا، تاکہ جنگ پسند اور امن عمل کے مخالفین کو مزید کچھ وقت دیا جائے۔ پھر ان سے کہیں گے کہ مذاکرات کے بغیر کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اس سے تو مذاکرات کا عمل بہتر تھا۔

4۔ غالب امکان یہ ہے کہ صدر ٹرمپ نے طالبان کو امریکا آنے کی دعوت دی تھی۔ جیسا کہ طالبان نے بھی اپنے اعلامیے میں بتایا ہے۔ انہوں نے معاہدے پر دستخط ہونے تک اس دعوت کو مؤخر کر دیا تھا۔ طالبان کے اس موقف سے ٹرمپ ناراض ہو گئے۔ امریکی حکمرانوں نے ابھی تک دنیا میں ایسے لوگوں کا سامنا نہیں کیا، جنہوں نے امریکی دورے کی دعوت ٹھکرائی ہو۔ امریکا اس طرح کے رد عمل سے ناواقف تھا۔ اس لیے ٹرمپ نے رد عمل میں کچھ وقت کے لیے امن عمل معطل کیا۔ ان کا خیال ہے اس اقدام سے طالبان پر دباؤ لایا جاسکتا ہے۔

بلاشبہ جنگ تباہی ہے۔ اس سے افغان عوام متاثر ہیں۔ اسی وجہ سے افغان عوام کو مذاکرات سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ تاکہ ملک میں امن قائم ہو۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ ٹرمپ کے اس اچانک اور پریشان کن اقدام نے پوری قوم کو مایوس کیا ہے۔ اس سے بھی بدتر یہ ہوا کہ کابل انتظامیہ نے اس تعطل کا خیر مقدم کیا۔ اگرچہ طالبان کے اعلامیے کے مطابق امن مسودے پر دستخط کرنے کے بعد 23 ستمبر کو بین الافغان مذاکرات شروع کرنے کی تاریخ بھی طے کی گئی تھی۔ اس کے باوجود جنگ پسند کابل انتظامیہ نے امن عمل کی منسوخی کا خیر مقدم کر کے یہ ثابت کیا کہ وہ ملک میں امن چاہتی ہے اور نہ ہی بیرونی جارحیت کا خاتمہ چاہتی ہے۔ اگرچہ دنیا میں کوئی بھی سمجھ دار شخص امن کے بجائے جنگ کو ترجیح نہیں دیتا۔ کابل انتظامیہ نے امن کے بجائے جنگ کو ترجیح دے کر افغان عوام کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے۔

پوری دنیا دوبارہ مذاکرات شروع ہونے اور افغان تنازع بات چیت کے ذریعہ حل کرنے پر متفق ہے۔ امریکا میں اس نکتہ نظر کے لوگ زیادہ بھی ہیں اور حاکم بھی ہیں۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ امریکا افغانستان سے انخلا کرے گا۔ امن معاہدے کی صورت میں اس کو محفوظ راستہ فراہم کیا جاسکتا تھا۔ باعزت واپسی سے اس کی حیثیت کو بھی کسی حد تک برقرار رکھا جاسکتا تھا۔ یہ دونوں اقدام جنگ کے ذریعے ممکن نہیں ہیں۔ لہذا ہمیشہ کے لیے مذاکرات کے دروازے بند کرنا کسی کے مفاد میں نہیں ہے۔ اس بات کے شواہد اور امکانات نہیں ہیں کہ مذاکرات ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے ہیں۔ جاری جنگ سے افغانستان کو بھاری نقصان ہو رہا ہے۔ اسی طرح امریکا بھی اس جنگ کے نقصان سے محفوظ نہیں ہے۔ اٹھارہ سال میں امریکا کو جانی، مالی اور حیثیت کے لحاظ سے جتنا نقصان ہوا ہے، اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مستقبل میں بھی امریکا اس نقصان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ امریکا یہ جنگ نہیں جیت سکتا۔ طالبان کے بیان سے واضح ہو گیا ہے کہ وہ آخری فتح تک جہاد جاری رکھیں گے۔ وہ سو فیصد پُر اعتماد ہیں کہ انہیں فتح حاصل ہوگی۔

طالبان کے مطابق مذاکرات ملتوی کرنے کا سب سے زیادہ نقصان امریکا کو ہوگا۔ اس کا امن مخالف موقف کھل کر دنیا کے سامنے آیا۔ اس کے جانی اور مالی نقصان میں اضافہ اور سیاسی معاملات میں اس کا کردار متزلزل ہوا۔ ایک اہم ذریعے نے بتایا کہ امریکی وفد کے قائدین اب بھی طالبان سے براہ راست رابطے کر رہے ہیں۔ ٹرمپ کے اعلان کے بعد امریکا نے اپنے وفد سے کہا ہے کہ 'وہ شدید رد عمل ظاہر نہ کریں۔ ہم سنجیدگی کے ساتھ یہ معاملہ دوبارہ درست کریں گے۔' اس ظاہر ہوتا ہے مذاکرات کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جائے گا۔ ممکن ہے وہی معاہدہ اسی شکل میں یا کچھ ترمیم کے ساتھ دوبارہ پیش کیا جائے۔ اس پر فریقین دستخط کریں۔ امریکی جارحیت کے خاتمے کے بعد بین الافغان مذاکرات بھی شروع ہو جائیں گے۔ افغانستان میں جاری بحران کا کوئی دوسرا قابل عمل حل نہیں ہے۔ بیشتر تجزیہ کاروں کا خیال ہے مذاکرات کے التوا کے بعد امریکی حکام کی جانب سے جان بولٹن کی طرح کابل اور امریکا میں بہت سے جنگ کے حامیوں کو اقتدار سے برطرف کیا جائے گا۔

مہندی کی رات میں دشمن کی سفاکیت

سیف العادل احرار

قندھار اور گردونواح کے صوبوں میں ایک روایت ہے کہ شادی کی تقریب کا آغاز مہندی سے ہوتا ہے۔ دولہن کو لانے سے ایک رات قبل دولہا کے اہل خانہ اور رشتہ دار عام طور پر رات کے وقت مہندی لے کر دلہن کے گھر جاتے ہیں۔ مہندی کو خاص انداز سے تیار کیا جاتا ہے۔ جس میں موم بتیاں اور پھول کی پتیاں رکھ کر خوب صورت ڈیزائن کے ساتھ سجایا جاتا ہے۔ یہ رات انتہائی خوشی کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ اس رات دولہا کے اہل خانہ کی جانب سے دلہن کو روایتی لباس 'شادی کا جوڑا' بھی ہدیہ کیا جاتا ہے۔ یہ شادی کی خوش گوار رات ہوتی ہے۔ جس میں لڑکیاں گیت گاتی اور خوشیاں مناتی ہیں۔

افسوس ناک امر یہ ہے کہ افغانستان میں اکثر و بیشتر شادی کی تقریبات پر امریکی فوج کی جانب سے فضائی حملے ہوتے ہیں۔ خوشی کی تقریبات کو ماتم میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ شادی کی خوشی میں شریک لوگ خوشی منانے کے بجائے اپنے پیاروں کو دفن کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں 23 ستمبر کی شب ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ کے علاقے کنجک کے لوگ شادی کی تقریب میں شریک تھے۔ اس دوران 03 فورسز کے قاتل ہیلی کاپٹروں سے اترے۔ اس گاؤں کے پہلے چار پانچ مکانات کو تباہ کر دیا۔ جہاں مرد، خواتین اور بچے موجود تھے۔ پھر گاؤں کے ایک کونے میں پوزیشن سنبھال لی، جب دولہا کے اہل خانہ اور رشتہ دار اس علاقے سے گزر رہے تھے تو سفاک فورسز نے بھاری ہتھیاروں سے ان پر حملہ کر دیا۔ جس سے خواتین اور بچوں سمیت درجنوں شہری موقع پر شہید اور زخمی ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس المناک واقعے کی تصاویر اور ویڈیوز سوشل میڈیا پر وائرل ہوئیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے شہید بچیوں اور خواتین کے ہاتھوں اور پیروں پر تازہ مہندی لگی ہوئی تھی۔ وہ شادی کے نئے لباس میں اپنے خون میں لت پت تڑپتی رہیں۔ شادی کے خوب صورت لباس میں ملبوس معصوم بچے اور بچیاں اپنے خون میں ابدی نیند سو گئیں۔

عینی شاہدین کے مطابق اس واقعے میں اشرف غنی کے قاتلوں کی درندگی سے 80 سے زائد شہری شہید ہو گئے۔ جن میں بچے، بچیاں اور خواتین بھی شامل تھیں۔ مقامی لوگوں کے مطابق اس علاقے میں سوویت حملہ آوروں نے بھی اتنا ظلم نہیں کیا۔ اس واقعے کے خلاف موسیٰ قلعہ اور قندھار سمیت مختلف علاقوں میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ شہریوں نے شدید مذمت کرتے ہوئے انسانی حقوق کی تنظیموں سے مطالبہ کیا کہ وہ اشرف غنی کے سفاک قاتلوں کی جانب سے نہتے شہریوں پر ملک بھر میں جاری مظالم کی روک تھام کے لیے موثر کردار ادا کریں۔ عوام کے قتل عام کا سلسلہ روک دیں۔ مشتعل مظاہرین نے کہا کہ ہمارے معصوم بچوں اور بچیوں کا قاتل اشرف غنی ہے۔ ہمارے خون کے پیاسے اشرف غنی اتنے دلیر ہیں تو وہ جا کر طالبان کا مقابلہ کریں۔ ہمارا کیا قصور ہے کہ ہر روز ہمیں نشانہ بنایا جاتا ہے۔ آخر ہم کب تک لاشیں اٹھاتے رہیں گے۔ ہلمند کی صوبائی کونسل نے بھی اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا۔ کہا کہ اس پورے علاقے میں طالبان کا ایک فرد بھی موجود نہیں تھا۔ سکیورٹی فورسز نے غلط اطلاع پر شادی کی تقریب کو نشانہ بنایا، جس میں خواتین اور بچے شہید ہوئے۔

موسیٰ قلعہ کا واقعہ نہتے شہریوں کے قتل عام پہلا واقعہ نہیں ہے۔ حال ہی

میں ایک ہفتے کے دوران مختلف صوبوں میں سفاک دشمن کی ظالمانہ کارروائیوں میں سیکڑوں افراد نشانہ بن چکے ہیں۔ اشرف غنی، اسداللہ خالد اور امراللہ صالح کی براہ راست کمان میں شروع کی گئی سفاکیت کا یہ سلسلہ عرصہ دراز سے جاری ہے۔ اس قتل عام میں امریکی اور کٹھ پتلی فورسز شامل ہیں۔ ہلمند کے المناک واقعے کی رات غزنی کے ضلع شلگر میں کمال خیل بازار پر دشمن نے چھاپہ مارا۔ 80 سے زیادہ دکانیں جلادیں۔ بزدل دشمن کے حملوں قندھار کے ضلع ارغستان میں دس افراد، صوبہ پروان کے دارالحکومت کے قریب خلازئی کے علاقے میں 6 شہری اور صوبہ بدخشاں کے ضلع وردوج میں 12 شہری شہید ہوگئے۔ چندروز قبل حملہ آوروں اور کابل انتظامیہ کے قاتلوں نے صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقے وزیر تور میں کام کرنے والے مزدوروں پر بمباری کی، جس میں 40 افراد شہید ہوگئے۔ امارت اسلامیہ نے سول آبادی اور عوامی مقامات پر سفاک دشمن کے حملوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے انسانی حقوق کی تنظیموں اور آزاد میڈیا سے مطالبہ کیا کہ وہ حملہ آوروں اور کابل انتظامیہ کی جانب سے نہتے عوام کے خلاف ریاستی دہشت گردی کے خلاف آواز اٹھا کر اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔

دفاعی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ 01 اور 02 نامی افغان اسپیشل فورسز امریکی فوج کی کمان میں کارروائیاں کرتی ہے۔ وہ اشرف غنی کی دسترس سے باہر ہے۔ امریکی فوج نے اسے خصوصی تربیت دی ہے، اس فوج کو رات کے چھاپوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ ہر قسم کے قوانین سے بالاتر ہیں۔ ان پر جنگی جرائم کے قوانین لاگو ہوتے ہیں اور نہ ہی ان سے پوچھ گچھ ہوتی ہے۔ تاہم سیاسی مبصرین کہتے ہیں ایسے حملے اشرف غنی کی رضامندی سے ہوتے ہیں۔ اگر اشرف غنی کی رضامندی شامل نہ ہو تو وہ ان واقعات پر کیوں خاموش ہیں۔ ایسے واقعات کی روک تھام نہیں کر سکتے اور وہ بے بس اور بے اختیار ہیں تو کم از کم ان کی مذمت تو کر سکتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ امریکی فوج اور 01 اور 02 کمانڈو نے کسی علاقے میں آپریشن کیا، جس میں درجنوں عام شہری شہید ہوئے۔ جس پر امریکی فوج نے معافی مانگی۔ اشرف غنی نہ صرف اس واقعے کی ذمہ داری قبول کر لیتے ہیں کہ افغان سکیورٹی فورسز نے فلاں جگہ آپریشن کیا ہے، جس میں اتنے طالبان مارے گئے۔ بلکہ امریکی فوج کی معافی کے بعد بھی اس بات پر بضد رہتے ہیں کہ شہید ہونے والے تمام افراد طالبان تھے، جن میں ایک عام شہری بھی شامل نہیں تھا۔ حال ہی میں لوگر اور میدان وردگ میں ایسے دو واقعات رونما ہوئے۔ امریکی فوج نے اعتراف کیا کہ ان واقعات میں عام لوگ نشانہ بنے تھے۔ اشرف غنی اب بھی مصر ہیں کہ ہم نے خطرناک طالبان کمانڈروں کو نشانہ بنایا ہے۔ مبصرین کے مطابق اشرف غنی فورسز کے ظلم کا نشانہ بننے والے متاثرین ایسے واقعات سے زیادہ اس بات پر رنجیدہ ہیں کہ مارنے کے بعد ہمیں دہشت گرد کیوں قرار دیا جاتا ہے؟! کیا خواتین اور معصوم بچے بھی دہشت گرد ہیں؟

کوئی نہیں جانتا ہے کہ ان واقعات کی وجوہات کیا ہیں۔ ایک بات واضح ہے کہ اشرف غنی، اسداللہ خالد اور ان کے دوسرے حامی اس طرح کی کارروائیوں کے ذریعے اپنے مجرمانہ مقدمات میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اپنے آقا کے سامنے وفاداری کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ یاد رکھیں افغان عوام نے انگریز، چنگیز، روس اور امریکی ایجنٹوں سے ہمیشہ بدلہ لیا ہے۔ افغان عوام بدلہ لینے میں شہرت رکھتے ہیں۔ باہر سے آئے ہوئے اشرف غنی افغان تہذیب اور تاریخ سے ناواقف ہیں۔ ان کے ارد گرد چند مفاد پرست عناصر جانتے ہیں کہ افغان مجاہدین اِنہیں کبھی بھی معاف نہیں کریں گے۔ بزدل دشمن کو مظلوم شہداء کے خون کے ہر قطرے کا حساب دینا ہوگا۔ ان کا انجام بھی برطانوی سامراج کے ایجنٹوں اور کمیونسٹ قاتل ڈاکٹر نجیب اللہ جیسا ہوگا۔

بدخشان کے زمرد اور طالبان

افغان بہیر

بدخشان افغانستان کے شمال مشرق میں واقع اہم اور مشہور صوبہ ہے۔ یہ صوبہ جغرافیائی محل وقوع کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا مرکز فیض آباد شہر ہے۔ دارالحکومت کابل سے 470 کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ بدخشان کی سرحد پڑوسی پاکستان، چین اور تاجکستان سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے جنوب میں صوبہ نورستان، لغمان، کاپیسا اور پنجشیر واقع ہیں۔ مغرب میں صوبہ تخار ہے۔ بدخشان کی بلند چوٹیاں واخان، پامیر اور ہندوکش کے پہاڑی سلسلے ہیں، جو بے تحاشا لعل و زمرد سے مالامال ہیں۔ بدخشان کے تقریبا 28 اضلاع ہیں، جو کہ واخان، کشم، بہارک، جرم، یفتل پایین، یفتل بالا، راغ، ارگو، درایم، ارغنجخوا، درواز پایین (نسی) درواز بالا (مایمئی) شکی، اشکاشیم، خاش، خواہان، کوہ فاب، کوہستان، کران منجان، شہر بزرگ، شغنان، شہداء، تگاب، تیشکان، وردوج، یمگان، یاوان اور زیباک ہیں۔ بدخشان کے اکثر لوگ تاجک ہیں اور فارسی زبان بولتے ہیں۔ اسی طرح اکثر لوگ سنی حنفی ہیں۔ قلیل تعداد میں اسماعیلی شیعہ بھی ہیں۔ بدخشان بھی انہی صوبوں میں سے ایک ہے، جہاں گزشتہ 19 سالوں سے امریکی جارحیت کے خلاف وسیع جہاد جاری ہے۔ اس کے اکثر وسیع علاقے حالیہ امریکی انتظامیہ کے اقتدار سے آزاد ہیں امارت اسلامیہ کے کنٹرول میں ہیں۔

اس سلسلے میں بی بی سی فارسی کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق بدخشان کے ضلع کران ومنجان میں طالبان نے زمرد کی ایک بڑی کان پر قبضہ کیا ہے۔ بدخشان میں کابل انتظامیہ کے گورنر کے ترجمان نیک محمد نظری کے حوالے سے بی بی سی نے کہا ہے کہ طالبان نے کران ومنجان ضلع میں زمرد کی ایک بڑی کان پر حملہ کیا اور اسے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ ترجمان کے مطابق طالبان نے وہاں کان کی حفاظت پر مامور 20 اہل کاروں کو گرفتار کر لیا ہے۔ بدخشان کا زمرد پوری دنیا میں شہرت رکھتا ہے۔ تین سال قبل عالمی تحقیقاتی ادارے گلوبل ویٹنس نے اپنی ایک تحقیق میں کہا تھا کہ طالبان کے اقتصادی منابع کا ایک بڑا منبع افغانستان کے معدنی کان ہیں، جن میں سے اکثر طالبان کے زیر قبضہ ہیں۔ وہ اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے انہیں استعمال کرتے رہتے ہیں۔ چوں کہ بدخشان ان صوبوں میں سے ہے، جہاں مجاہدین کی تعداد زیادہ ہے۔ بہت سے اضلاع کا اختیار طالبان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے امریکا اور کابل انتظامیہ نے بارہا کوشش کی کہ بدخشان میں طالبان کو ختم کرنے کے لیے زوردار آپریشن کریں، مگر ہر مرتبہ انہیں شکست ہوئی۔ میڈیا کے مطابق طالبان نے شاہ سلیم سرحد اور نورستان کی جانب جانے والے راستے بھی قبضے میں لے لیے ہیں۔

کٹھ پتلی انتظامیہ کے وزیر معدنیات نے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ کران ومنجان کی زمرد کی کان ان کے قبضے سے نکل گئی ہے۔ اس کا قبضہ طالبان کے ہاتھ میں ہے۔ علاقے کے لوگ بھی طالبان کے معاون اور دوست ہیں۔ اس کے علاوہ یاغستان اور کوہستان کے اضلاع کی ستر فیصد زمین طالبان کے قبضے میں ہے۔ یہاں سونے کی ایک کان بھی موجود ہے، جو گزشتہ تین سال سے کٹھ پتلی حکومت کے قبضے سے نکل چکی ہے۔ مبصرین کے مطابق اگر حالیہ کامیابیاں اور فتوحات طالبان کے لیے سیاسی اور عسکری لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں تو ان میں سے کچھ اقتصادی حوالے سے بھی اہمیت رکھتی ہیں، جیسے کران منجان کی فتح! اس سے طالبان صحیح طریقے سے زمرد کا حاصل کر کے اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ طالبان کے قریبی ذرائع نے وقتاً فوقتاً کہا ہے کہ وہ اپنی اقتصادی اور مالی ضروریات ملک کے اندر سے معدنیات، کسٹم اور لوگوں کے عشر و زکوۃ کے ذریعے پوری کرتے ہیں۔ ان ذرائع سے جو رقم حاصل ہوتی ہے، ان میں سے ایک حصہ عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں خرچ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ طالبان موبائل فون کمپنیوں سے بھی ٹیکس حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح ملک کے اندر اور باہر تاجر اور مخیر حضرات اپنی مرضی سے چندہ دیتے ہیں۔ وہ طالبان سے مالی تعاون کرتے ہیں۔ اگر طالبان بدخشان اور دیگر صوبوں کی اہم کانوں کو اپنے قبضے میں لے لیتے ہیں اور صحیح طریقے سے اس کے معاملات سنبھال لیں تو یہ ان کی عسکری اور سیاسی کامیابی میں مزید بہتری لائے گا۔

امن مذاکرات کا ڈراپ سین

ارمان صافی

طالبان اور امریکا کے درمیان سلسلہ وار مذاکرات کے بعد فریقین امن معاہدے کے حتمی مسودے پر دستخط کرنے کی تیاریوں میں تھے کہ اچانک امریکی صدر ٹرمپ نے کابل میں ایک امریکی فوجی کی ہلاکت کو جواز بنا کر تمام بین الاقوامی اصولوں کے خلاف امن مذاکرات منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ ٹرمپ نے افغان عوام کو مایوس کیا ہے۔ ظاہر ہے افغان قوم چار دہائیوں سے جاری جنگ اور باہمی تنازعات سے تنگ آ چکی ہے۔ وہ گزشتہ ایک سال سے شدت سے اس بات کا انتظار کر رہی تھی کہ مذاکرات کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ افغانستان میں امن کا سورج طلوع ہو گا۔ تاہم عین موقع پر ٹرمپ نے یوٹرن لیا اور امن عمل کا خاتمہ کر دیا۔

امریکا اور طالبان امن مذاکرات کے نتیجے میں معاہدے کے حتمی مسودے پر متفق ہو گئے تھے۔ یہ ایک تاریخی اور مثبت پیش رفت تھی۔ دس ماہ کے طویل عرصے کے بعد دونوں نے معاہدے پر دستخط کے انتظامات کیے تھے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ خوشی کے اس موقع پر ٹرمپ نے ٹویٹ کے غیر سنجیدہ طریقے سے امن عمل منسوخ کرنے کا اعلان کر کے ایک بہترین موقع گنوا دیا، جو ٹرمپ کی تاریخی غلطی ہے۔ ٹرمپ نے ٹویٹ کیا کہ 'طالبان جان بوجھ کر جنگ کو مزید پیچیدہ بنانے اور اس میں شدت لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیوں کہ وہ امن مذاکرات میں مزید مراعات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ اپنے وعدوں پر عمل درآمد کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

طالبان نے ایک معقول رد عمل میں ٹرمپ کا یہ الزام مسترد کرتے ہوئے کہا کہ جنگ بندی بارے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا، جس کی رُو سے طالبان دستخط کرنے سے پہلے حملے بند کریں گے۔ مذاکرات شروع ہونے کے ساتھ امریکی اور افغان اجرتی فورسز نے جنگ میں اتنی شدت لائی کہ چند ماہ کے دوران سیکڑوں نہتے شہری شہید ہوئے۔ انہوں نے دینی مدارس اور مساجد پر چھاپوں اور حملوں میں اضافہ کیا۔ رات کے وقت چھاپوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ سفاک دشمن کے آپریشن اور چھاپوں میں ہر روز عام شہری، خواتین اور بچے نشانہ بن رہے ہیں۔ امریکی حکام ان ہولناک کارروائیوں کو ظلم ہی نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کی مذمت کرتے ہیں۔

طالبان مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیر محمد عباس ستانک زئی نے بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'ہم اب بھی امن مذاکرات کے نتیجے میں ہونے والے مسودے کے پابند ہیں۔ ہم نے امریکا کے ساتھ بات چیت کے لیے دروازے بند نہیں کیے ہیں۔' ان کا کہنا تھا، جب امریکا اور ان کے درمیان امن معاہدہ طے پایا جاتا ہے، اس کے بعد ان کے درمیان جنگ بندی ہو گی۔ جب بین الافغان مذاکرات شروع ہوں گے تو وہاں جنگ بندی سمیت دیگر امور پر غور کریں گے۔ کچھ تجزیہ کاروں کا خیال ہے اعلی امریکی حکام میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ایک گروپ، جس میں زیادہ تر امریکی جرنیل شامل ہیں، جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ افغانستان میں جنگ کے خاتمے کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ افغانستان سے فوجی انخلا امریکا کے لیے شکست قبول کرنے کے مترادف ہے۔ دوسرا گروپ جنگ ختم کرنا چاہتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا

کہ امریکا اب مزید اس جنگ میں شامل رہے۔ اپنی پوزیشن مزید خراب کرے۔ افغان جنگ جاری رکھنے سے امریکی معیشت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس لیے وہ جنگ ختم کرنے پر مصر ہے۔

ٹرمپ ان دونوں گروپوں کے درمیان تذبذب کا شکار ہیں۔ وہ جنگ مخالف گروپ سے ملتے ہیں تو جنگ کے خلاف ٹویٹ کرتے ہیں۔ کبھی جب جنگ کے حامی گروپ سے ملتے اور ان کے خدشات سنتے ہیں تو جنگ جاری رکھنے کی حمایت کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ٹرمپ نے ابھی تک افغانستان سے متعلق کوئی مستقل پالیسی وضع نہیں کی ہے۔ نہ ہی امریکی حکام کو ایک واضح اور مستقل موقف اختیار کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کچھ اعلی امریکی حکام جنگ جاری رکھنے کے حامی ہیں۔ وہ ان امریکی حکام پر تنقید کرتے ہیں، جو جنگ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ دوسرے گروپ کے حامی اعلی حکام اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ افغانستان میں غیر معمولی جنگ سے امریکا کو نقصان ہو رہا ہے۔ اس لیے وہ جنگ کے حامیوں پر تنقید کرتے اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ فوری طور افغانستان سے انخلا یقینی بنایا جائے۔

طالبان نے ٹرمپ کی جانب سے امن معاہدہ منسوخ کرنے کے بعد سفارت کاری کا آغاز کیا ہے۔ انہوں نے روس، چین، ایران اور دیگر ممالک کے دورے کیے۔ امن بارے اپنا سابقہ موقف دہرایا۔ انہوں نے ان دوروں میں امن سے متعلق اپنا واضح موقف پیش کیا۔ متعلقہ ممالک کو اعتماد میں لیا۔ طالبان وفد نے واضح کیا کہ ہم اپنے ملک میں کسی بھی غیر ملکی قوت کو قبول نہیں کریں گے۔ ہماری جدوجہد قابض فوج کے انخلا تک جاری رہے گی۔ مبصرین کے مطابق ٹرمپ کی ٹویٹس کا مقصد طالبان پر دباؤ ڈالنا تھا تاکہ ان کو چند ہزار امریکی فوجیوں کی موجودگی پر قائل کیا جا سکے۔ اس علاقے میں امریکی انٹیلی جنس اہل کاروں کو برقرار رکھنے پر بھی رضامندی ظاہر کریں۔ یہ بات بہت کلیئر ہے کہ طالبان کا ایک واضح موقف ہے۔ وہ اپنے اس موقف سے ہر گز پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ 19 برس کے دوران ان کے موقف میں ذرا برابر تبدیلی نہیں آئی۔ وہ امریکی جارحیت سے پہلے جس موقف پر تھے، آج بھی اسی موقف پر قائم ہیں۔

امریکی صدر کی جانب سے امن معاہدہ منسوخ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے وہ امن پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ محض عوام اور عالمی برادری کو دھوکہ دینے کے لیے نمائشی مذاکرات کا ڈھونگ رچانا چاہتے ہیں۔ امریکا مذاکرات کے دوران طالبان کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاہم طالبان نے جس حکمت اور بصیرت کے ساتھ امن عمل بایہ تکمیل تک پہنچایا، وہ قابل ستائش ہے۔ طالبان کی مذاکراتی ٹیم نے امریکی سازش ناکام بنائی۔ جب سیاسی محاذ پر بھی امریکا کو شکست ہوئی تو ٹرمپ کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ ٹرمپ نے غور وخوض کے بغیر عین موقع پر امن معاہدے سے راہ فرار اختیار کر کے بہترین چانس ضائع کر دیا۔ امریکا افغانستان میں 19 برس سے چند ہزار مجاہدین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ مجاہدین کی تعداد میں اضافہ ہوا اور اب وہ ستر فیصد سے زائد رقبے پر حاکم ہیں۔ وہ جنگی تجربے کے لحاظ سے پہلے سے زیادہ ماہر ہو چکے ہیں۔

آج نہیں تو کل یہ مذاکرات دوبارہ شروع ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ امریکا کے پاس کوئی آپشن نہیں ہے۔ امریکا اپنے موقف پر نظر ثانی کرے گا۔ طالبان اور امریکا کسی متفقہ معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے مذاکرات کا دوبارہ آغاز کریں گے۔ طالبان پہلے مرعوب تھے اور نہ اب خوف زدہ ہوں گے۔ وہ ثابت قدمی کے ساتھ اپنے موقف پر کھڑے ہیں۔ امریکا کو یوٹرن لینا پڑے گا۔ جلد یا بدیر یہ مذاکرات دوبارہ شروع ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

شہداء کے لواحقین کا احترام

محمد اکرم

جب میں نے سنا کہ امارت اسلامیہ کی قیادت شہداء کے اہل خانہ سے گفتگو کر رہی ہے۔ قطر میں جاری مذاکرات کے نتیجے میں معاہدے کے ممکنہ مسودے کے بارے میں شہداء کے لواحقین سے تجاویز طلب کی گئی ہیں اور انہیں معاہدے کے مسودے کی تفصیلات اور نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے تو یہ خبر سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ یہ اقدام امارت اسلامیہ کی قیادت کی اعلی فراست اور بے مثال دوراندیشی ثابت کرتا ہے۔ میدان جنگ میں حقیقی متاثرین اور جن لوگوں کے لہو کی بدولت امریکا کو شکست ہوئی، ان کی تجاویز کو اہمیت دینا نہایت احسن اقدام اور نیک شگون ہے۔

اہم اسلامی تحریکیں فتح حاصل کرنے کے دوران سب سے زیادہ اہمیت ان لوگوں کو دیتی ہیں، جو عملی جدوجہد کے دوران قربانیوں کا جام پی چکے ہوتے ہیں۔ فلسطین میں اسرائیل کے خلاف مزاحمت کا اصل محاذ حماس ہے۔ اس تنظیم نے نوّے کی دہائی میں اپنے دفاع کے لیے اسرائیل پر متعدد فدائی حملے کیے۔ اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب سمیت متعدد شہروں کو ہلا کر رکھ دیا۔ جب مذاکرات کے نتیجے میں فلسطین کے کچھ حصوں میں حکومت قائم کی اور غزہ شہر کو دارالحکومت قرار دیا تو کابینہ میں فدائی مجاہدین کے والدین کو اہم عہدوں پر تعینات کیا گیا۔

امارت اسلامیہ کے قائدین نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کے بھائی، اولاد اور رشتہ دار اس عظیم جہاد میں شہید ہو گئے ہیں۔ وہ شہدا کے لواحقین کے درد سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کی اہمیت بھی جانتے ہیں۔ جب کسی بھی جماعت، تنظیم اور نظام میں شہداء کے خون کی قدر نہ ہو یا ان کی قربانیوں کو اہمیت نہ دی جاتی ہو اور مشکل وقت کے ساتھیوں کو نظرانداز کیا جاتا ہو تو وہ ایسا مشن کامیاب نہیں ہو سکتا۔ نتیجتاً ایسے نظام اور تنظیم کے لوگ اپنے کاز سے وفادار نہیں رہیں گے۔ بلاشبہ جنگ کی کامیابی کے عملی مجاہدین قربانیاں دینے والے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ان کو نظرانداز کیا جائے تو یہ جہادی کاز کے ساتھ سب سے بڑی خیانت اور ظلم ہو گا۔

جن خاندانوں نے ان عظیم مقاصد کے لیے اپنے پیاروں کی قربانیاں دی ہیں، مزاحمت کے کسی بھی معاہدے اور فیصلے میں ان کی رضامندی اور موجودگی انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ چوں کہ امارت اسلامیہ اس بنیادی قدر کا خیال رکھتی ہے تو یہ مزاحمت کی عظمت اور دیانت کا واضح ثبوت ہے۔ اللہ تعالی امارت اسلامیہ کی قیادت کو اس اہم اقدام پر دنیا اور آخرت میں عظیم اجر عطا فرمائے۔ شہداء کے لواحقین کا خیال رکھنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین

طالبان ختم نہیں ہوں گے !

صارم

حال ہی میں کابل کٹھ پتلی حکام سمیت ان کے بیرونی آقاؤں نے دعوی کیا ہے کہ ہم اتنے اتنے طالبان مار دیے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے گزشتہ 19 سالوں میں بھی کچھ نہیں چھوڑا۔ اپنی ساری قوت آزما کر دیکھ لی ہے۔ طالبان ختم نہیں کرسکے۔ وہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گئے۔ زیادہ حساس، ہوشیار اور تیز ہو گئے ہیں۔ سب لوگ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ بات ان لوگوں کو بھی معلوم ہونی چاہیے، جو دل کی گہرائی سے یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ ایک دن اس معاشرے سے ملا اور مسجد کا تعلق ختم ہو جائے گا۔ تب ہمارا جی جو چاہے گا، ہم کریں گے۔ اگر یہ لوگ افغانستان کی بنیاد سے اب تک کا تاریخی مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ اس خطے میں اُسی کی حکومت قائم رہی ہے، جس نے ملا کو اعتماد میں لیا اور مسجد سے دشمنی نہیں مول لی۔

یہ جذباتی باتیں نہیں ہیں۔ امان اللہ خان کے دور سے اب تک مختلف حکومتیں آئی ہیں۔ حتی کہ کمیونسٹوں جیسا سفاک دور بھی آیا۔ جن کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ جب طالبان اور ملا ان کے مقابل کھڑے ہو گئے تو وہ یہاں سے ذلت کے ساتھ نکال دیے گئے۔ ان کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا۔ افغان معاشرے میں ملا کا اثر بے مثال ہے۔ عالمی سطح پر اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس خطے کے لوگوں کے مزاج میں مذہب اور دین داری رکھ دی گئی ہے۔ کوئی قوت اسے الگ نہیں کرسکتی۔ آج تک کوئی اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا ہے۔ امریکی بموں کے زور پر جمہوریت مسلط کرنا بھی ایسا ہی ناممکن ہے، جیسے اپنے دور کا استبدادی کمیونسٹ نظریہ اپنی پوری قوت کے باوجود یہاں تسلط قائم نہیں کرسکا۔

یہ پرائی دولت پر مستیاں چند دن کی ہیں، جو ختم ہونے والی ہیں۔ افغان سرزمین کے حقائق یہ ہیں کہ بیرونی وسائل اور دولت یہاں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتی۔ اگرچہ یہ وسائل، اسلحہ اور دولت سوویت دور کی طرح بے شمار اور بے لحاظ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ افغان سرزمین کے حقائق میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں کے عوام امریکی اور مغربی جارحیت کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں، طالبان کی اقتصادی ضروریات اپنے گھر، کھیت، چھوٹی سی دکان، گھریلو پالتو جانوروں اور مرغیوں سے پوری کرتے ہیں۔ جب کہ بیرونی فوج کے پینے والا پانی بھی بیرون سے آتا۔ کب تک یہ رسد فراہم کریں گے؟ اسلامی تحریکوں کی مثال موم کی سی ہے، جتنا ان پر دباؤ آتا ہے، یہ مضبوط ہو جاتی ہیں۔ طالبان بہت محدود گروپ اور گنتی کے چند لوگ تھے۔ جنہیں مار کر ختم کر دیا جانا ممکن تھا۔ مگر طالب ایک ایسی پختہ فکر ہے، جو شخصیات اور افراد کی گنتی تک محدود نہیں تھی۔ یہ سوچ انتہائی سخت حالات میں اپنے پیروکاروں کی شہادتوں سے بھی ختم نہ کی جاسکی۔ یہ مزید پھیل گئی۔ اب اس کا اثر ورسوخ عالمی سطح پر نظر آتا ہے۔ جن نام نہاد جنرلز کو مسجد سے دشمنی ہے، جو عوام کو دھمکاتے ہیں، وہ بہت جلد بھیانک موت یا ذلت آمیز شکست کا شکار ہونے والے ہیں۔

افغانستان سے نکلنے والا آخری روسی جنرل 'گروموف' افغانستان میں اپنی شکست کی وجہ مساجد کو بتاتا ہے۔ وہ کہتا ہے 'افغانستان میں چالیس ہزار مساجد ہیں۔ ہر مسجد میں ایک امام کے ساتھ تین چار بندے ضرور رہتے ہیں۔ آپ خود ہی سوچیں، ہماری فوج کے مقابلے میں ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے۔' حاکم وقت کو ہوشیاری سے کام لینا چاہیے۔ وہ مسجد کا معاملہ ختم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ جس نے بھی اسے ختم کرنے کی کوشش کی، وہ خود ختم ہو گیا۔

طالبان ختم نہیں ہوں گے!

صارم

حال ہی میں کابل حکام اور امریکا نے شور کیا ہے کہ ہم نے بہت سے طالبان مارے ہیں۔ امریکا طالبان کے خلاف تمام جدید وسائل اور ہتھیاروں سے حملہ آور ہے۔ تمام خطرناک ہتھیاروں کو افغانستان میں آزمایا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ طالبان کے اثر و رسوخ میں افغانستان کا 70 فیصد رقبہ آچکا ہے۔ ہر روز ان حملوں میں کم از کم سو سے زائد فوجی مارے جاتے ہیں۔ جب کہ طالبان ماضی کی نسبت زیادہ معاملہ فہم اور تجربہ کار ثابت ہوئے ہیں۔ اس وقت چالیس سے زائد اضلاع پر ان کا مکمل کنٹرول ہے۔ گزشتہ دو ہفتوں میں ایک درجن کے قریب اضلاع فتح کر کے عسکری لحاظ سے اپنی برتری ثابت کی ہے۔

اگر افغانستان کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلے گا کہ ہر دور کے حکمران نے اپنی حکومت کو مستحکم اور برقرار رکھنے کے لیے علماء کو اعتماد میں لیا تھا۔ مساجد اور مدارس سے دشمنی اور نفرت کی سیاست نہیں کی تھی۔ اسی لیے وہ اپنے دور میں کامیاب ہوئے تھے۔ جس نے ٹکراؤ کی پالیسی شروع کی، اس کا بُرا انجام بھی تاریخ میں درج ہے۔ یہ کوئی جذباتی اور خود ساختہ نعرہ نہیں ہے۔ امان اللہ خان کے دور سے اب تک افغانستان کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ یہاں بہت طاقت ور حکمران گزرے ہیں۔ کمیونسٹوں کا دور بھی ہمارے سامنے ہے۔ وہ بہت سفاک اور بے رحم لوگ تھے۔ ان کی راہ میں بظاہر کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ جب انہوں نے علماء کی دشمنی کا خطرہ مول لیا تو ان کا انجام سب کے سامنے ہے۔ اس ملک سے ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ وہ ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو گئے۔

افغان معاشرے میں علماء کی حکمرانی اور غلبہ بے مثال ہے۔ دنیا کی سطح پر اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس سرزمین اور عوام کے خمیر میں اسلام سے محبت اور گہرا تعلق ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے ختم نہیں کر سکتی۔ امریکا کی جانب سے بموں اور ٹینکوں کی مدد سے جمہوریت کا نفاذ ایسا ہی محال ہے، جس طرح کمیونسٹ نظریہ ناکام ہوا تھا۔ حالانکہ سوویت یونین نے اس نظریے کی تعمیل کے لیے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا تھا۔ طالبان کوئی محدود گروپ اور چند ہزار جنگجوؤں کا اکٹھ نہیں ہے۔ جسے نشانہ بنا کر ختم کیا جا سکے۔ طالبان ایک نظریے اور تحریک کا نام ہے، جس نے انتہائی مشکل حالات میں اپنی قوم کو سنبھالا ہے۔ جو امریکی جرنیل مسجد سے دشمنی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اگر وہ آج بڑھکیں مارتے ہیں اور قوم کو دھمکیاں دیتے ہیں تو جلد ہی وہ ان جرنیلوں کے نقش قدم پر نظر آئیں گے، جو اس سرزمین سے ذلت آمیز شکست کے ساتھ نکالے گئے تھے۔ افغانستان سے نکلنے والے آخری روسی جنرل؛ گوروموف' نے افغانستان میں اپنی شکست کی وجہ مساجد سے دشمنی کو قرار دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ 'افغانستان میں تقریباً 40 ہزار مساجد ہیں۔ ہر مسجد میں ایک پیش امام کے ساتھ تین چار افراد مستقل رہائشی ہیں۔ وہ ہماری فوج کے مقابلے میں دوگنا سے بھی زیادہ ہیں۔'

موجودہ کٹھ پتلی حکمرانوں کو چاہیے وہ دانش مندی کا مظاہرہ کریں۔ مساجد اور علماء کو ختم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ جن لوگوں نے بھی انہیں ختم کرنے کی کوشش کی ہے، وہ خود مٹ گئے ہیں۔

جہادی رہنماؤں کی شہادتیں

احمد مختار

جب امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان مذاکرات کا سلسلہ آخری مراحل میں تھا تو امریکی اور افغان فوج اپنی درندگی کا آخری درجہ بروئے کار لا رہی ہے۔ بے دریغ بمباری کی جا رہی ہے۔ عوامی علاقوں پر چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ جس میں ہر روز سیکڑوں لوگ زخمی اور شہید ہو رہے ہیں۔ مجاہدین اور ان کے جہادی رہنما عوامی دفاع کی پہلی صف میں موجود ہیں۔ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ امریکی حملوں میں مجاہدین اور ان کے جہادی رہنما ہی دشمن کے حملے کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ وہ اپنے عوام کے دفاع میں بہادری سے شہید ہو جاتے ہیں۔

حال ہی میں ہونے والی صوبہ فراہ کے جہادی ذمہ دار اور صوبہ پنج شیر کے نائب جہادی سربراہ کی شہادتیں اس کی مثال ہیں۔ بظاہر جہادی رہنماؤں کی شہادت مجاہدین کے لیے نقصان دِہ سمجھی جاتی ہیں، مگر اس کے باوجود پھر بھی یہ شہادت ہمارے تمام تر جہادی مقاصد کو برحق ثابت کرنے کا واضح ثبوت ہے۔ امارت اسلامیہ کے حکام صرف عوام کو جارحیت کے خلاف لڑنے کے لیے نہیں ابھارتے، بلکہ یہ عوام سے پہلے خود جہاد کے میدان میں نظر آتے ہیں۔ جہادی محاذوں پر رہنماؤں کی شہادت دشمن کے ان تمام پروپیگنڈوں کو ختم کرتی ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ افغانستان میں جارحیت کے خلاف جاری مزاحمت بیرونی لوگوں کے اشارے پر ہو رہی ہے۔ اسی طرح جہادی رہنماؤں کی شہادت یہ بات ثابت کرتی ہے کہ جہادی رہنما عوام میں سے سامنے آئے ہیں۔ یہ نفاذِ اسلام اور عوام ہی کے دفاع میں شہید ہو رہے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی قیادت میں ایسے لوگ نہیں ہیں، جو خود عیش و عشرت کی زندگی گزاریں اور عام لوگوں کے بچوں کو جنگ کے خطِ اول پر بھیج دیں۔ جہادی محاذوں پر رہنماؤں کی شہادت مجاہدین کے لیے پیغام ہے کہ وہ دفاع کے محاذ پر تنہا نہیں ہیں۔ جہادی رہنما محاذوں پر ان سے آگے ہیں۔

مجاہدین کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ ان کی قابل اور ذہین قیادت ہر حالت میں ان کے ساتھ ہے۔ چاہے دشمن کے ساتھ عسکری مقابلے کی حالت ہو یا دفتر میں فوجی سیاسی جنگ کے حالات ہوں۔ اب وہ وقت دور نہیں، جب افغان مجاہد عوام اور سرفروش مجاہدین افغانستان کو امریکی جارحیت سے آزاد کرائیں گے۔ یہاں ایک آزاد اور خود مختار اسلامی حکومت قائم ہو گی۔ ان شاءاللہ

دیانت اور بہادری کی پہلی برسی

عزیز الرحمن عزیز

مجھے ہمیشہ یہ خوف اور پریشانی رہی کہ یااللہ ایسا دن نہ آئے کہ عالم کفر امت مسلمہ کے ہیروز خصوصاً ملا محمد عمر مجاہد اور شیخ مولوی جلال الدین حقانی کو زندہ گرفتار کر کے ان کی تضحیک کرے۔ ہم بے بس حسرت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھتے رہیں۔ ان شخصیات کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ انہوں نے بے مثال بہادری کے ساتھ امریکا کی غنڈہ گردی کا جواب دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ افغان عوام مظلوم اور لاچار ہیں۔ تاہم ان کا موقف درست اور حق پر مبنی ہے۔ باطل کے مقابلے میں حق کو ضرور کامیابی ملے گی۔ یہ صحیح ہے کہ وقتی طور پر مشکلات آئیں گی، تاہم حتمی کامیابی حق کی ہو گی۔ اللہ کی مدد سے وہ دن ضرور آئے گا کہ جابر اور مغرور امریکا ایک دن امارت اسلامیہ کے جہادی عزم اور موقف کے سامنے سرنگوں ہو کر امن کی بھیک مانگنے کے لیے رابطہ کرے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ امارت اسلامیہ کے بانی عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ اور شیخ مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ محفوظ رہے۔ امریکی نیٹ ورک، جاسوسی اداروں کی تلاش، اربوں ڈالر کی لاگت اور جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی۔ امریکا کو آخر تک پتہ نہیں چلا کہ اسلام کے یہ غیور اور روشن ستارے کہاں چمک رہے تھے۔ بلاشبہ یہ مظلوم مسلمانوں کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ زندگی کے آخری دم تک ایمانی جذبے سے سرشار ان بہادر قائدین کو اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقین کے ہاتھوں سے محفوظ رکھا۔ موت حق ہے۔ ہر کسی کو آتی ہے۔ ہم سب اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ سیاف، کشاف، ربانی اور دیگر جہاد فروش بھی اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے۔ ملا محمد عمر مجاہد، ملا اختر محمد منصور اور شیخ جلال الدین حقانی نور اللہ مرقدہم بھی اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے۔ وہاں اندازہ ہو گا کہ کس نے اللہ کے دین کے دفاع کے لیے قربانی دی۔ کون حقیقی مجاہد تھا۔ کس نے روس، امریکا اور نیٹو کو منہ توڑ جواب دیا۔ کس نے غلامی کی زنجیر اپنے گلے میں ڈال کر اسلام اور مسلمانوں سے غداری کی۔ کس نے مسلمانوں اور عرب مجاہدین کو گرفتار کر کے بیچ دیا۔ امریکا سے ڈالر وصول کیے۔ جنگی قلعہ، قندوز، کابل، ننگرہار، قندھار اور دیگر علاقوں میں مسافر اور مہاجر عرب مجاہدین کو گرفتار کر کے امریکا کے حوالے کیا۔

دونوں جہادی ادوار کے سپہ سالار مولوی جلال الدین حقانی کی وہ بات اب بھی میرے کانوں میں گردش کر رہی ہے۔ بی بی سی ریڈیو کے ایک صحافی نے سوال کیا کہ افغان عوام کی اکثریت چاہتی ہے کہ امریکی اور بین الاقوامی فوج افغانستان آئے۔ یہاں امن قائم کرے۔ حقانی صاحب نے جواب دیا کہ آپ کی بات درست نہیں ہے۔ کوئی افغان اپنی سرزمین پر غیر ملکی فوج کی موجودگی برداشت نہیں کرے گا۔ تمام لوگ اس کے خلاف ایسے لڑیں گے، جس طرح برطانوی سامراج اور سوویت یونین کا مقابلہ کیا تھا۔ حقانی صاحب نے مزید فرمایا کہ 'مجھے یقین ہے افغان عوام ہرگز قابض فوج کو برداشت نہیں کریں گے۔ میری بات عوام کی آواز ہے۔ میں علماء میں سے ایک عالم، قومی رہنماؤں میں سے ایک، سیاست میں سیاست دان اور افغانستان کی سرحدات اور قبائلی امور کا وزیر ہوں۔

دوسری طرف ربانی نے بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے امریکا سے مطالبہ کیا کہ وہ افغانستان پر بھاری بم پھینکے۔ امریکی فوج کو فوری طور پر افغانستان میں تعینات کرنا چاہیے۔ سیاف نے امریکی جرنیلوں سے کہا کہ عرب مجاہدین کو پکڑنے کی کمان اور وسائل اس کے سپرد کریں۔ وہ سوویت یونین کے خلاف لڑنے والے عرب مجاہدین کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یااللہ! اپنی مہربانی اور رحمت کی بدولت ملا محمد عمر مجاہد، شیخ جلال الدین حقانی اور امارت اسلامیہ کے تمام شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ ان کی تمام جہادی اور دینی خدمات قبول فرما۔ ان کی شجاعت اور بہادری کے عظیم کارناموں کی بدولت امریکا اور اس کے اتحادیوں کو بدترین اور ذلت آمیز شکست سے دوچار کر کے رسوا اور شرمندہ فرما۔ افغان عوام کو اسلامی نظام کے نفاذ سے مستفید فرما۔ آمین

کیمپ ڈیوڈ میٹنگ؟!

اسد وحیدی

اشرف غنی سے 4 ستمبر کو اچانک کہا گیا کہ وہ امریکی دورے کی تیاری کریں۔ انہیں صرف اتنا بتایا گیا تھا کہ صدر ٹرمپ ان سے کیمپ ڈیوڈ میں قیامِ امن کے بارے میں بات کریں گے۔ اشرف غنی ایجنڈے کے حوالے سے پریشان تھے۔ وہ تفصیلات مانگ رہے تھے۔ انہیں 5 ستمبر کو بتایا گیا کہ طالبان بھی وہاں آئیں گے اور آپ سے ملیں گے۔

اشرف غنی 6 ستمبر کی صبح حیرت زدہ رہ گئے۔ انہیں امریکی حکام انہیں بتایا کہ وہ امریکا میں دس دن گزاریں گے۔ اس بات سے اشرف غنی کے خوف میں اضافہ ہوگیا۔ انہوں نے اپنی مہم کا بہانہ کیا، تاہم امریکی حکام کی طرف سے دباؤ بڑھتا گیا۔ بعد ازاں انہوں نے امریکی حکام سے درخواست کی کہ قومی سلامتی کے مشیر حمداللہ محب بھی ان کے ہمراہ ہوں گے۔ اشرف غنی کا یہ خیال تھا کہ امریکی حکام اس درخواست کو قبول نہیں کریں گے۔ کیوں کہ امریکا نے حمداللہ محب کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر دیے ہیں۔ چند گھنٹوں بعد انہیں بتایا گیا کہ آپ کی یہ درخواست منظور ہوگئی ہے۔

درحقیقت اشرف غنی نہیں جانتے تھے کہ کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ وہ ایک نامعلوم مقصد کے لیے امریکا لے جائے جا رہے تھے۔ کچھ تجزیہ کاروں نے ان کے اس دورے کے لیے 'سیاسی جُوے' کی اصطلاح استعمال کی۔ اشرف غنی بادل نخواستہ اس سفر کی تیاری کر رہے تھے کہ امریکی حکام نے ڈرامائی طور پر ان کا دورہ منسوخ کر دیا۔ تاہم ایوان صدر کے ذرائع نے یہ تاثر دیا کہ اشرف غنی نے یہ دورہ خود منسوخ کیا ہے۔ اشرف غنی کے اس دورے کی تیاریوں کے ساتھ افغان امن کے لیے امریکی خصوصی نمائندہ زلمے خلیل زاد اور افغانستان میں نیٹو اور امریکی فوج کے کمانڈر اسکاٹ میلر دوحا پہنچ گئے، تاکہ وہ طالبان کو بھی 'کیمپ ڈیوڈ' میں ٹرمپ کے ساتھ ملاقات کی دعوت دیں۔ انہیں آمادہ کریں۔ طالبان نمائندوں کو اس سے پہلے بھی امریکی دورے کی پیش کش ہوئی تھی، تاہم طالبان نے کہا تھا کہ وہ معاہدے پر دستخط کرنے کے بعد امریکا کا دورہ کریں گے۔ اس بار زلمے خلیل زاد اور میلر نے طالبان پر زور دیا کہ وہ امریکا چلے جائیں اور ٹرمپ سے ملاقات کریں۔ طالبان کو بتایا گیا تھا کہ اشرف غنی بھی وہاں ہوں گے اور ٹرمپ انہیں مجبور کریں گے کہ وہ دس روز میں 5 ہزار طالبان قیدیوں کو رہا کریں۔ سیاسی دفتر کے رہنماؤں نے مشاورت کی اور امن معاہدے کے مسوّدے پر دستخط کرنے سے قبل اس دورے سے انکار کر دیا، جس سے سب کچھ درہم برہم ہوگیا۔

اگر طالبان امریکا کے دورے پر جاتے اور کیمپ ڈیوڈ میں ٹرمپ سے ملاقات کرتے تو کچھ تجزیہ کاروں کے مطابق یہ سیاسی لحاظ سے ان کے لیے نقصان دِہ ثابت ہوتا۔ اگرچہ بظاہر یہ ان کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اگر طالبان کیمپ ڈیوڈ میں ملاقات کرتے تو اشرف غنی کو کہا جاتا کہ وہ دس دن کے اندر 5 ہزار طالبان قیدیوں کو رہا کریں۔ جلد ہی بین الافغان مذاکرات کے لیے ایک وفد مقرر کریں اور اقتدار عبوری حکومت کو منتقل کرنے کی تیاری کریں۔ یہ احکامات قبول کرنے کے لیے ان پر دباؤ ڈالا جاتا تھا۔

ذرائع کے مطابق اشرف غنی بہت پریشان تھے اور انہوں نے اپنے قریبی دوستوں کو بتایا تھا کہ وہ دس روزہ دورے پر امریکا جا رہے ہیں۔ لگتا ہے انتخابات وقت پر نہیں ہوں گے۔ ٹرمپ کی ٹویٹ کے بعد اشرف غنی نے گہری سانس لی اور کہا کہ 'اب انتخابات کنفرم ہوگئے ہیں۔'

مذاکرات کے علاوہ کوئی راستہ نہیں

گزشتہ ایک سال سے امریکا اور طالبان کے درمیان مذاکرات چل رہے تھے۔ یہ مذاکرات 2018 جولائی کے آخر میں تب شروع ہوئے تھے۔ جب امریکا کی وہ تمام پالیسیاں ناکام ہو گئیں۔ جو اس نے افغانستان اور جنوبی ایشیا کے لیے ترتیب دی تھیں۔ جب امریکا طالبان سے اسامہ بن لادن کے معاملے پر الجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تب طالبان نے حکمت عملی سے امریکا کو مذاکرات کا راستہ بتایا تھا۔ طاقت کے نشے میں چور امریکا نے طالبان کا یہ مطالبہ نہیں مانا۔ وہ افغانستان پر چڑھ دوڑا۔ اس نے ہزاروں معصوموں کو قتل کر ڈالا۔ امریکا نے ہر طرح کا زور آزمالیا۔ لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات نکلا۔

جب کی تشدد پالیسی کے نتائج امریکا اور اس کے حواریوں کے خلاف آئے تو ان کی عقل ٹھکانے آگئی۔ انہوں مذاکرات پر آمادگی ظاہر کر دی۔ فرق یہ سامنے آرہا تھا کہ طالبان اپنے حریف کے روبرو بات کرنے پہ مصر تھے۔ جب کہ امریکا انہیں اپنی کٹھ پتلیوں کے سامنے بٹھانا چاہتا تھا۔ امریکا کے حیلے، بہانے اور ہر طرح کے حربے آزمانے کے بعد طالبان کسی طرح نرم نہ ہوئے تو امریکا کو اپنے موقف سے ہاتھ دھونا پڑے۔ چار و ناچار امریکا کو طالبان کے سامنے بیٹھنا پڑا۔ جب ایک سالہ مذاکرات کے نتیجے میں مسائل حل ہونے لگے اور ہر طرح کے اعتراضات اور تحفظات کا مناسب جواب دے دیا گیا تو عین اس موقع پر امریکی صدر نے فی الفور مذاکرات کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان اتنا اچانک تھا کہ خود امریکی مذاکراتی ٹیم کو بھی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ امریکی صدر نے مذاکرات منسوخ کرنے کی دلیل دیتے ہوئے کہا کہ طالبان نے ایک حملے میں ہمارے ایک فوجی کو قتل کر دیا ہے۔ صدر ٹرمپ کا کہنا تھا کہ مذاکرات کے دوران ایسا کرنا مذاکراتی عمل کو مہمل کرنے کے مترادف ہے۔

دوسری طرف امریکی وزیر خارجہ یہ خبر دے رہے تھے کہ امریکا نے دوران مذاکرات ایک ہزار سے زائد طالبان مارے ہیں۔ یہ صرف ایک ہفتے کی رو 12 داد ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ امریکا ہزاروں کو مارے تو انصاف اور طالبان ایک کو ماریں تو مجرم؟! بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس سے خود کو سپر پاور کہنے والے کی شدید سبکی ہو سکتی ہے، جو ان سے برداشت نہیں ہوتی۔ اسی بنیاد پر امریکی صدر نے مذاکرات کو سبوتاژ کر دیا ہے۔ ٹرمپ کو خصوصا اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ امریکا کسی صورت اس شرمندگی سے جان خلاصی نہیں کر سکتا۔ البتہ مذاکرات بارے امریکا کے بے ہودہ رویے اور نامعقول فیصلوں سے روزانہ دسیوں معصوم جانیں تلف ہو رہی ہیں۔ اس درد منداور غمزدہ قوم کے قیمتی اثاثہ جات اور املاک ضائع ہو رہی ہیں۔ اس لحہ فکریہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

طالبان کے ساتھ کیے گئے معاہدے میں جہاں افغان ملت کو فائدہ ہو رہا ہے، وہیں امریکا اور اس کے حواریوں کے لیے امن و سلامتی کا پیغام بھی ہے۔ معاہدے کی صورت میں تمام فوجی باعزت اور بغیر کسی تشدد کے انخلا کر سکیں گے۔ انہیں کوئی جانی و مالی نقصان نہیں ہوگا ۔ اس معاہدے کی صورت میں عالمی پائیدار امن وجود میں آئے گا، جس کا نعرہ خود امریکا لگاتا آیا ہے۔ اس معاہدے کی تکمیل میں افغان قوم کو حقیقی امن ملے گا، جو ہر دل کی صدا اور ہر مظلوم کی پکار ہے۔ اس لیے امریکا کو اپنی بے عزتی و شرم کی پرواہ کیے بغیر مذاکرات کی میز پر حاضر ہونا چاہیے۔ چوں کہ انخلا تو بہر حال ہونا ہی ہے۔ آج ہو یا کل، بہتر یہی ہے کہ سوچ سمجھ کے قدم اٹھایا جائے۔ امریکا کو اپنے بہتر مستقبل کے لیے اپنی مصنوعی اَنا کو مذاکرات کی رکاوٹ نہیں بنانا چاہیے۔

مظالم کا ناکام حربہ

عابد مجاہد

افغانستان کو امن، خوش حالی اور سکون کی بہت ضرورت ہے۔ موت اور وحشیانہ مظالم کا سلسلہ ناکامی کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں دے گا۔ یہاں ہر کسی نے، ہر بار یہ ناکام تجربہ دہرایا ہے، مگر اسے مایوسی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ ابھی جب افغانستان آزادی کی دہلیز پر ہے اور مغربی تسلط سے نکلنے کو ہے تو ہمیں برداشت اور حوصلے سے کام لینا چاہیے۔ خشونت اور وحشت سے دور رہیں۔ ان حساس مراحل میں جو بھی قوت عوام کے خلاف دشمنی اور انتقام کی صف میں کھڑی ہوگی یا کسی بھی مقصد کی خاطر ظلم، وحشت اور درندگی سے کام لے گی، افغانوں کی گزشتہ تاریخ کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ وہ عوامی نفرت اور بے زاری کا سامنا کرے گا۔

جب سے امارت اسلامیہ کے ساتھ امریکا کی براہ راست گفتگو شروع ہوئی ہے اور فریقین ایک نتیجے تک پہنچنے والے ہیں۔ دشمن کی طرف سے افغانستان کے مختلف حصوں، خصوصاً جنوب اور جنوب مشرقی صوبوں میں نائٹ آپریشن کے نام پر عوامی قتل عام کا سلسلہ شروع ہے۔ شدید بمباری، چھاپے، قتل عام، مویشیوں اور گھروں کو تباہ کرنے کا سلسلہ تیز ہو گیا ہے۔ یہ کام کابل انتظامیہ خود یا امریکا کے اشارے پر سرانجام دے رہی ہے۔ دشمن کبھی بھی طالبان کو شکست نہیں دے سکے گا۔ اگر عوام پر صرف اس جرم کی وجہ سے اس قدر شدید مظالم ڈھائے جا رہے ہیں کہ یہ طالبان کے حامی کیوں ہیں تو ایک بات بہت واضح ہے کہ عوام کے خلاف جنگ بڑی بڑی قوتیں نہیں لڑ سکی ہیں۔ وہ ہمیشہ عوامی قہر کی خوراک بن کر ختم ہو گئی ہیں۔

امارت اسلامیہ ایسے حالات میں لحہ بہ لحہ اللہ تعالیٰ کی نصرف اور عوامی تعاون کی برکت سے آگے بڑھ رہی ہے۔ امارت اسلامیہ دشمن کی صفوں میں موجود بااحساس افغان فوجیوں، ملازمین اور کارکنوں کو دعوت دیتی ہے کہ اب مزید اس حساس مرحلے پر امریکی اغراض و مقاصد کے لیے قربان نہ ہوں۔ اپنے عوام سے دشمنی نہ کریں۔ اپنے عقیدے اور افغان حمیت کی بنیاد پر اپنی ذمہ داری ادا کریں۔ جتنا ہو سکتا ہے، دشمن کے اسلام دشمن اقدامات اور افغان دشمن منصوبے ناکام بنا دیں، تاکہ افغانستان آزادی، خوش حالی اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

شام میں روس وامریکا کی کٹھ پتلیاں

زلاند غور زنگ

رقبے کے لحاظ سے دو بڑے ممالک روس اور دوسرا چین ہیں۔ دل چسپ یہ کہ دونوں پڑوسی اور دوست بھی ہیں۔ آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ روس نے چین کو دھمکی دی ہے یا چین نے روس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی ہے۔ ایک وقت تھا سوویت یونین سپر پاور کہا جاتا تھا۔ اس نے گرم پانی تک پہنچنے کی کوشش کی اور اپنی راہ میں موجود ممالک پر فوج کشی کی۔ جب ہدف تک پہنچنے کے لیے افغانستان پر یلغار کی تو یہاں اس کو تاریخی اور تلخ شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مزید یہ کہ کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ اب ہر زبان پر یہ بات عام ہے کہ سوویت یونین کی شکست اور تباہی میں امریکا نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ میڈیا پر بھی لوگ یہ تبصرے کرتے ہیں کہ امریکا نے مجاہدین کو تربیت دی۔ ان کی مدد کی اور ہتھیاروں سے لیس کیا۔

ظاہر ہے یہ الگ موضوع ہے کہ امریکا نے کب اور کس مقصد کے لیے مجاہدین کی مدد کی؟ وہ اس موقع سے اپنے لیے کیا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ جب سوویت یونین نے گرم پانی تک پہنچنا چاہا تو امریکا سمیت دنیا کے کسی ملک نے روس کے خوف سے مخالفت نہیں کی۔ روس کے خوف سے امریکی خواب میں بھی ڈرتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ غیور افغان مجاہدین خالی ہاتھ سوویت یونین کا مقابلہ کر رہے ہیں تو ان کے اندر بھی جان آگئی اور مجاہدین کی حمایت شروع کر دی۔ امریکا نے سوویت یونین کو کمزور کرنے کے لیے افغان مجاہدین کی پشت پناہی شروع کی۔ مجاہدین اپنے ملک کی آزادی اور اسلام کے دفاع کے لیے سوویت یونین کے خلاف برسرپیکار تھے۔ امریکا نے صرف سوویت یونین کی شکست کی غرض سے ان کی حمایت کی۔

> ایک وقت تھا سوویت یونین کو گرم پانی تک پہنچنے کے لیے جنگ کی ضرورت تھی۔ اب صورت حال مختلف ہے۔ اب پراکسی جنگوں کا دور ہے۔ اپنی جگہ کسی بھی دباؤ کا شکار ملک کو جنگ لڑنے کی نوکری دی جاسکتی ہے۔ جس طرح امریکا نے افغانستان میں اپنی جنگ لڑنے کے لیے افغان حکومت کو ملازمت پر رکھا ہوا ہے۔ اور روس وایران بشار الاسد کو کٹھ پتلی بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح امریکا اسرائیل کی حمایت میں اس کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کے سامنے خود نہیں آنا چاہتا۔ وہ اس کام کے لیے اب سعودیہ کو ہائر کر چکا ہے۔ اب سعودیہ عرب خطے میں امریکی کٹھ پتلی کی کرسی سنبھال چکا ہے۔ البتہ یہ واضح ہے کہ کسی بھی جنگ میں کٹھ پتلی ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں۔

روس اور چین نے الگ الگ نظریے کے ساتھ دنیا پر اپنی بالادستی قائم کی تھی۔ امریکا بھی چاہتا تھا کہ سوویت یونین کو کسی طریقے سے شکست دے کر دنیا پر سامراجی ایجنڈے تحت اپنا تسلط قائم کرے۔ دنیا بھر میں فوجی اڈے قائم کر کے آزاد ممالک کو اپنے زیر اثر لائے۔ اس وقت یہ تینوں ممالک دنیا پر بالادستی اور تسلط قائم کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ ان کی زد میں آنے والے چھوٹے ممالک اور اقوام کو نقصان پہنچا۔ مثلاً ایشیا اور افریقا کے کچھ ممالک۔

آج شام میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے پیچھے ان تینوں ممالک کا کلیدی کردار ہے۔ تینوں بڑے ممالک ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ بشارالاسد کا شمار روس کے اہم اتحادیوں میں ہوتا ہے۔ جب کہ امریکا داعش کی حمایت کر رہا ہے۔ وہ بشارالاسد اور روس کے مدمقابل کھڑا ہے۔ عسکری میدان کے علاوہ سیاسی اور سفارتی سطح پر بھی ان کے درمیان محاذ آرائی جاری ہے۔ ان تینوں نے شام کو میدان جنگ میں تبدیل کر دیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل برطانیہ میں ایک روسی جاسوس کے قتل کے بعد دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں کشیدگی آئی تھی۔ روس نے برطانوی اقدام کے جواب میں برطانوی سفارت کاروں کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا، جس کے ردعمل میں امریکا نے روس کو سخت پیغام دیا اور برطانیہ کی حمایت کرتے ہوئے اپنے ملک سے روسی سفارت کاروں کو نکال دیا۔ بعدازاں امریکی اتحادی فرانس نے بھی روسی سفارت کاروں کے اخراج کا اعلان کر دیا۔

شام کی اس جنگ کا فائدہ صرف بڑے ممالک اٹھا رہے ہیں۔ اس پراکسی جنگ کے فوائد چھوٹے ملکوں کو حاصل نہیں ہوتے۔ ان کے حصے میں صرف نقصان آتا ہے۔ اس وقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دنیا کے چھوٹے ممالک کو روس اور امریکا کی اس جنگ میں غیر جانب دار ہو کر خود کو بچانا چاہیے۔ جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ مجبور ہیں۔ اگر وہ کسی بڑے ملک کی حمایت حاصل نہ کریں اور ان کا سہارا لینے کی کوشش نہ کریں تو یہ بڑے ممالک بین الاقوامی سطح پر ان کے لیے مشکلات پیدا کریں گے۔ جن کی مثالیں بوسنیا، انڈونیشیا، برما اور دیگر ممالک کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ فی الحال امریکا شکست کے دہانے پر کھڑا ہے۔ افغانستان میں اس کی جنگ دفاعی پوزیشن میں ہے۔ وہ خود کو ذلت آمیز شکست سے بچانے کی کوشش میں ہے۔

امریکا خطے میں نئی مشکلات اور مسائل پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے افغانستان میں امن ریلیوں کا انعقاد کیا۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی امریکا نے کچھ ایسے اقدامات کیے کہ لوگوں کی توجہ کسی اور جانب مبذول کرائی جا سکے۔ مثلاً امریکا شام میں سعودی عرب کا اتحادی ہے۔ اس کی حمایت کر رہا ہے۔ اس کا مقصد غاصب اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے سعودی عرب پر دباؤ بڑھانا ہے۔ امریکا نے سعودی عرب پر زور دیا ہے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات بہتر بنائے۔ یہ اقدام بھی اس جنگ کا حصہ ہے۔ یہ تاریخ ہے کہ امریکا شام میں تب سعودی عرب کی حمایت کرتا ہے، جب سعودیہ فلسطین میں امریکی مؤقف کی تائید کرتا اور اسرائیل کی صیہونی حکومت بارے نرم مؤقف اختیار کرتا ہے۔

ایک وقت تھا سوویت یونین کو گرم پانی تک پہنچنے کے لیے جنگ کی ضرورت تھی۔ اب صورت حال مختلف ہے۔ اب پراکسی جنگوں کا دور ہے۔ اپنی جگہ کسی بھی دباؤ کا شکار ملک کو جنگ لڑنے کی نوکری دی جا سکتی ہے۔ جس طرح امریکا نے افغانستان میں اپنی جنگ لڑنے کے لیے افغان حکومت کو ملازمت پر رکھا ہوا ہے۔ اور روس و ایران بشارالاسد کو کٹھ پتلی بنائے ہوئے ہیں۔

اسی طرح امریکا اسرائیل کی حمایت میں اُس کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کے سامنے خود نہیں آنا چاہتا۔ وہ اس کام کے لیے اب سعودیہ کو ہائر کر چکا ہے۔ اب سعودیہ عرب خطے میں امریکی کٹھ پتلی کی کرسی سنبھال چکا ہے۔ البتہ یہ واضح ہے کہ کسی بھی جنگ میں کٹھ پتلی ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں۔

امریکی حکام اپنا نقصان چھپاتے ہیں

عبید عزیز

امریکا نے عراق اور افغانستان میں جو نقصانات اٹھائے ہیں، ان کا اظہار خود کر رہا ہے اور نہ میڈیا کو یہ اجازت دی جاتی ہے کہ وہ واقعات و حقائق اصل شکل میں پیش کریں۔ باوثوق ذرائع کے مطابق پچھلے دس سالوں کے دوران ہر روز اوسطاً 15 سے 20 امریکی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح افغانستان میں پچھلے سولہ سالوں سے کوئی ایسا دن نہیں گزرا جس میں امریکی فوج پر قاتلانہ حملے نہ ہوئے ہوں۔ جب تک مجاہدین امریکی فوج کے کٹے ہوئے اعضا اور تباہ شدہ گاڑیوں کی تصاویر میڈیا پر جاری نہ کریں، امریکا کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالا جائے۔ نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے کہ امریکا نے عراق میں اپنی شکست کو بیان کرنے اور زخمی امریکی فوجیوں کی تصاویر بنوانے اور انہیں شائع کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی ہے۔

ذرائع کا کہنا ہے عراق میں تمام واقعات کی منظر کشی اور ہلاک امریکیوں کے جلے کٹے جسموں کی فلم بندی وہ چھ صحافی کر رہے تھے، جو پینٹا گون کی جانب سے اسی کام کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔

نیویارک ٹائمز کی ویب سائٹ نے لکھا کہ ویت نام جنگ میں امریکا نے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی تھی، لیکن عراق اور افغانستان میں ہلاک امریکی فوجیوں کی تصاویر بنانے یا ان کے جنازوں کی کوریج کرنے پر پابندی لگائی ہے۔

ذرائع کا مزید کہنا ہے امریکی عوام کی عام ذہنیت یہ ہے کہ عراق اور افغانستان میں جاری خونیں جنگیں روکی جائیں۔ امریکی فوج کو جلد از جلد واپس بلایا جائے۔ اگر امریکی عوام پچھلے دس سالوں سے عراق اور سولہ سالوں سے افغانستان میں اپنی ہی ہلاک شدہ فوج کے تصاویر دیکھیں تو ایک شور برپا ہو جائے گا۔ وہ اپنی فوج کو مزید افغانستان میں رہنے کے لیے لمحہ بھر کی اجازت نہیں دیں گے۔

نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے کہ زوریاد میلر نامی ایک رپورٹر نے عراق جنگ میں کئی ہلاک و زخمی امریکیوں کی تصاویر شائع کیں تو پینٹا گون کی جانب سے اسے عراق سے نکال دیا گیا۔ جب کہ اس سے غیر معینہ مدت تک بیرون ملک سفر کی اجازت واپس لے لی گئی۔

افغانستان میں امریکی اور ان کے کٹھ پتلی اتنے بے شرم ہو گئے ہیں کہ اپنی ہر قسم کی کارروئیوں پر پردہ ڈال کر یہ باور کراتے ہیں کہ گویا یہاں سب کچھ ٹھیک ہے۔ حال ہی میں بھیس بدلے ایک فوجی نے لغمان میں 12 امریکی فوجیوں کو مار ڈالا تھا۔ اسی طرح صوبہ لوگر کے ضلع خروار میں مجاہدین نے ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا، جس میں 43 امریکی فوجی بھی مارے گئے تھے۔ جب کہ امریکی حکام کی بھرپور کوشش رہی کہ ان دونوں واقعات کو دبا دیا جائے، تاکہ امریکی فوج کا نقصان ظاہر نہ ہو جائے۔ امارت اسلامیہ کے تیز ترین ذرائع اطلاعات نے اس تمام صورت حال کی تصویر کشی کر کے افغان و بین الاقوامی میڈیا پر واضح کر دیا کہ امریکی حکام کو حقائق سے آنکھیں چرانے کی عادت ہے۔

ہمیں اللہ کے ان فرمانوں پر غیر متزلزل ایمان و یقین ہے، جس میں فرمایا گیا کہ مسلمان عالم کفر پر غلبہ پائے گا۔ چاہے میدان جنگ میں ہو یا پھر تہذیب کا میدان ہو ذلت و رسوائی عالم کفر ہی کے لیے مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

'يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ . هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ' (الصف: 9)

(وہ کفار) چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی اپنے منہ سے بجھا دیں، اور اللہ کو اپنی روشنی پوری کرنی ہی ہے، خواہ کافر لوگ برا مانیں۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اپنے دین کو غالب کرے۔ اگرچہ مشرک لوگ ناک بھوں چڑھائیں۔

جارحیت کے خلاف جدوجہد میں اہم رکاوٹ

عبداللہ

افغان عوام امریکی جارحیت کے حق میں نہیں تھی۔ امریکا اپنی فوجی قوت کے بل بوتے افغانستان میں داخل ہوا۔ تب خوف کے مارے کوئی بھی میڈیا پر جارحیت کا لفظ استعمال نہیں کرتا تھا۔ بعد میں لوگوں میں جارحیت کے خلاف نفرتیں جنم لینے لگیں۔ جب بون کانفرنس ہوئی تو ایک جانب یہ کانفرنس افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد منعقد ہوئی، جب کہ دوسری جانب یہ امریکا کی سربراہی میں منعقد ہوئی۔ تیسری بات یہ تھی کہ اس کانفرنس میں افغانستان سے جن لوگوں نے شرکت کی، وہ افغان عوام کے حقیقی نمائندے نہیں تھے۔ اگر شمالی افغانستان کے باسیوں نے امریکا کو افغانستان پر جارحیت کرنے میں مدد دی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ لوگ پورے افغانستان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے، جنہیں طالبان نے اقتدار سے محروم رکھا تھا۔ وہ غلامانہ طور پر اقتدار کی کرسی حاصل کرنے کے لیے امریکا ساتھ دے رہے تھے۔

کچھ دن قبل ایک ٹیلی ویژن ٹاک شو میں ایک 'محترم' کہہ رہے تھے کہ 'جب تک افغانستان میں امریکا کی فوج موجود تھی، تب تک افغانستان غیرملکیوں کے ناجائز قبضے میں تھا۔ اب چوں کہ امریکا نے اپنے کئی فوجی افغانستان سے واپس نکال لیے ہیں، اب افغانستان پر غیرملکی قبضے کی بات نہیں کی جاسکتی۔' موصوف کے مطابق اب چوں کہ امریکا باقی ماندہ فوجیوں کے انخلا کی بات کر رہا ہے، اس لیے اب اس کے خلاف لڑنا جائز نہیں۔ سچ یہ ہے کہ یہ دلیل کسی غلام کی تو ہو سکتی ہے، آزاد ضمیر کی نہیں۔ امریکا نے آتے ہی ایسے افراد کو منصب اقتدار پر بٹھایا، جو ہر وقت اس کے ہاں میں ہاں ملانے کو اپنے اقتدار کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان سے سکیورٹی معاہدے کے نام پر افغانستان کا سودا کیا۔ جس کے تحت امریکا نامعلوم مدت تک افغانستان کی فضا اور زمین کا مالک بن گیا۔ شاہ شجاع اور کمیونسٹ دور کے حکمرانوں اور موجودہ حکمرانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اپنے آقاؤں کے سامنے سب کا ایک ہی مشترکہ نعرہ تھا: 'گل گفتی وُدر سفتی'۔ فرق یہ تھا کہ شاہ شجاع انگریز کا غلام، کمیونسٹ دور کے حکمران روس کے کاسہ لیس اور موجودہ حکمران امریکا اور نیٹو کی کٹھ پتلی ہیں۔

کچھ لوگ اپنی سیاسی ساکھ بچانے اور افغان کٹھ پتلی انتظامیہ کو خودمختار ثابت کرنے کے لیے امریکی جارح فوج کی موجودگی پر آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ اب بھی کابل انتظامیہ اس بات سے لاعلم ہے کہ افغانستان میں امریکی و نیٹو فوج کی کل تعداد کتنی ہے؟! دوسری جانب جلد از جلد انخلا کا بہانہ کرنے والے کیا نہیں جانتے کہ ٹرمپ نے افغانستان سے بلائے گئے فوجیوں کو دوبارہ افغانستان بھیجنے کا اعلان کیا اور شاید کہ بہت سے مزید بھی آئیں۔ جب تک امریکا کا ایک فوجی بھی افغانستان میں موجود رہے گا، ہم اس کو کھلی جارحیت کہیں گے۔ اس کے خلاف لڑنے کو اپنا دینی اور قومی فریضہ سمجھ کر آخری سانس تک ادا کرتے رہیں گے۔

دوسری جانب ایک گروہ ان لوگوں کا بھی ہے، جو شروع سے ہی امریکی جارحیت پسندوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ امریکا اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل کی اجازت سے افغانستان آیا ہے۔ یہی وجہ ہے افغانستان میں اس کی موجودگی بین الاقوامی قانون کے مطابق ہے۔ اس کے خلاف لڑنے والے اسی بنیاد پر دہشت گرد ہیں کہ وہ اقوام متحدہ کے فیصلے کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ یہ گروہ امریکی جارحیت کے آغاز سے ہی اسے جارحیت قرار نہیں دے رہا۔ یہ اب بھی امریکا کو جارح قوت تسلیم نہیں کرنا چاہتا۔ چاہے امریکا مزید فوجی افغانستان کیوں نہ بھیجے؟!

یہ لوگ افغان عوام کو بے وقوف نہ سمجھیں کہ وہ ان کی اس کمزور دلیل کی وجہ سے اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ ہم ہرگز یہ بات ماننے کو تیار نہیں۔ یہ لوگ افغانستان کی جارحیت کو جو بھی نام دیں، ان کی کہیں بھی نہیں سنی جاتی۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت امریکا کی فوجی موجودگی اور روزانہ افغان عوام کے خلاف ظالمانہ کارروائیاں ہیں۔ کابل انتظامیہ تو امریکا کا ہی منتخب شدہ اور اس کے ہاں میں ہاں ملانے والا گروہ ہے، جو ایک قدم بھی امریکی مرضی کے خلاف نہیں اٹھا سکتا۔

کرپٹ انٹیلی جنس حکام

فیض محمد آغا

ہر ملک کی انٹیلی جنس ایجنسی اپنے ملک کو درپیش بیرونی واندرونی خطرات کا سدِ باب کرتی ہے۔ یہ ہر قسم کی فوجی اور خفیہ سازشوں کا سراغ لگا کر ان کا راستہ روکتی ہے۔ کسی بھی ملک کے خفیہ ادارے دفاع میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عموماً ایجنسیاں قومی مفادات کے تحفظ پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتیں۔ دوسری جانب افغانستان کی انٹیلی جنس وہ ایجنسی ہے، جس نے اپنے ہی عوام کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ چند ٹکوں کی خاطر اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے خفیہ جیل عام شہریوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ ایجنسی بیرونی مداخلت کا جواب دینے کے بجائے ان کا ساتھ دیتی ہے۔ قومی مفادات کو اپنے انفرادی مفادات پر قربان کرتی ہے۔ افغانستان کی موجودہ سکیورٹی ایجنسی کے حکام شہریوں کو لوٹنے کے مشن پر ہیں۔ دوسری جانب عام شہریوں کو گرفتار کرنے کے بعد جتنے دن بھی حراست میں رکھا جاتا ہے، امریکا کی جانب سے فی قیدی یومیہ 10 سے زیادہ ڈالر دیے جاتے ہیں۔ ایجنسی ایک قیدی پر یومیہ اخراجات کی مد میں ایک ڈالر سے بھی کہیں کم خرچ کرتی ہے۔ یہ ایک دھندہ ہے، جو تقریباً ہر امریکی غلام ملک میں چل رہا ہے۔ ایجنسیوں کی کوشش ہوتی ہے کہ خفیہ سیل ہمیشہ بھرے رہیں۔

افغانستان مین خصوصاً سابقہ حراستی مرکز نائن زیرو (90)، جسے اب ٹو فور ون (241) کا نام دیا گیا ہے، میں اکثر وہ لوگ قید میں ہوتے ہیں، جو موبائل فون کے ذریعے ایجنسیوں کے مطلوبہ افراد سے رابطے میں ملوث قرار دیے گئے ہوں۔ ہمیشہ شک کی بنیاد پر لوگوں کو کئی مہینے حبسِ بے جا میں رکھا جاتا ہے۔ جو لوگ خفیہ ادارے کے کسی فرد کے ساتھ علیک سلیک رکھتے ہیں، وہ اپنے مخالفین کو بڑی آسانی سے طالبان کے الزام میں گرفتار کروا کر مدتوں جیل کی ہوائیں کھانے پر مجبور کرتے رہتے ہیں۔ اکثر لوگ ذاتی جھگڑوں کی وجہ سے حراست میں ڈالے گئے ہیں۔ ان کی جمع پونجی بھی یہیں خرچ ہو جاتی ہے۔

میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں، جنہیں بلا کسی وجہ ایک ماہ سے زیادہ حراست میں رکھا ہوا ہے۔ میری جیب کی نقدی، راڈو گھڑی اور آئی فون پہلے ہی چھین لیا گیا تھا۔ میری طرح سیکڑوں لوگوں کو بلاوجہ گرفتار کر کے ان سے نقدی اور موبائل فون وغیرہ مال غنیمت سمجھ کر چھین لیا گیا ہے۔ میں نے حراستی مرکز میں دیکھا ہے کہ لوگوں پر جھوٹے کیسز بنائے گئے تھے۔ تفتیش کے دوران ان سے بالکل بچگانہ سوالات کیے جاتے ہیں۔ مجھ سے تفتیش کرنے والی ٹیم کے سربراہ کا نام معین خان تھا۔ میں نے اپنی گرفتاری کے پہلے دن اس پوچھا کہ مجھے کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے؟ اس نے مجھے بتایا گیا کہ تمہارا جرم کوئی نہیں، لیکن تمہارے موبائل سے ہمارے ایک مطلوبہ شخص کو کال کی گئی ہے۔ بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے ملازم نے ایک دن اپنے خاندان اور کزن سے میرے موبائل کے ذریعے بات کی تھی۔ میں نے معین خان سے کہا کہ اگر مجھ پر اپنے نوکر کے کزن یا خاندان سے تعلق ثابت ہوا تو میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ جب انہیں یقین ہوا کہ میرا ان مطلوبہ افراد سے کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ پھر بھی مجھے رہا کرنے پر تیار نہ ہوئے۔

عید کے دنوں میں جن 46 قیدیوں کو انسانی ہمدردی کی بنا پر رہا کیا گیا۔ ان میں ایک شخص مسعود وردگ تھا، جسے میں جانتا تھا۔ اسے بھاری رقم لے کر رہا کیا گیا۔ حالانکہ اس کا کیس میرے کیس سے کمزور تھا۔ مجھے ایک ماہ اور چند دن کے بعد رہا کیا گیا۔ اتنی دیر تک حراست میں رکھنے کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ میرے پاس ان کے ڈیمانڈ کے مطابق رقم نہیں تھی، ورنہ میں پہلے دن ہی رہا ہو جاتا۔ مسعود کے علاوہ بھی سیکڑوں قیدیوں کو رشوت لے کر رہا کیا جاتا ہے۔ یہ ایجنسی والے دولت کے پجاری ہیں۔ اسی لیے ان کے حراستی مراکز ہمیشہ بے گناہ قیدیوں سے بھرے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ کارمل اور ڈاکٹر نجیب کے دور میں شروع ہوا تھا۔ یہ لوگ پیسوں کی خاطر کسی کی زندگی تک چھین لیتے ہیں۔ ان کے سامنے عوام کی عزت و آبرو اور اسلامی حیثیت کا کوئی وقار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے امن و سلامتی کی فضاء آئے روز خراب ہو رہی ہے۔ کوئی شخص خود کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ ان تمام مسائل کے پیچھے افغان وردی ہے۔ البتہ یہ فکر کسی کے پاس نہیں کہ اس فوجی وردی میں گھسے ہوئے گندے ٹماٹروں کا کیا علاج کیا جائے؟ لسانی اور علاقائی عصبیت کے بیج یہی ادارہ کاشت کرتا ہے۔ اس ادارے کے حکام لسانی و نسلی بنیادوں پر دوسری زبان بولنے والوں پر عرصہ حیات تنگ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اب لسانی اور علاقائی نفرت کی فصلیں پک رہی ہیں۔

افغانستان اگست 2019 میں

احمد فارسی

(یہ رپورٹ صرف ان واقعات پر مشتمل ہے، جن کا اعتراف دشمن نے بھی کیا ہے۔ جب کہ دیگر واقعات خاص کر افغان اور غیر افغان دشمنوں کی ہلاکتوں بارے تفصیلی معلومات امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر دیکھی کی جاسکتی ہیں۔)

اگست میں مجاہدین نے مختلف علاقوں، خاص طور پر جنوب میں شدید حملے کیے۔ جن میں متعدد اضلاع، فوجی اڈے اور چوکیاں فتح ہوئیں۔ اس ماہ متعدد امریکی فوجی بھی مارے گئے۔ جب کہ امن مذاکرات کے دو دور بھی مکمل ہوئے۔ ان کے علاوہ دیگر اہم واقعات کی تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

امریکی فوج کے نقصانات:

اگست میں امریکی دشمن کو شدید نقصان ہوا ہے۔ اگرچہ اس نے دو یا تین واقعات کے علاوہ دیگر ہلاکتوں کا اعتراف نہیں کیا، تاہم حقیقت یہ ہے کہ 20 سے زیادہ امریکی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے تھے۔ 7 اگست کو قندھار کے ضلع شین ڈنڈ میں امریکی فوج کے قافلے پر دھماکہ ہوا، جس میں دشمن کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 21 اگست کو امریکی فوج نے اپنے دو فوجیوں کی ہلاکت کی خبر جاری کی۔ اگلے دن فاریاب کے ضلع المار میں چار امریکی فوجی مارے گئے۔ اس کے بعد 24 اگست کو صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں مجاہدین نے امریکی فوج پر شدید حملہ کیا جس میں 11 امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اور 31 اگست کو امریکی فوج نے ایک اور فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔

کابل انتظامیہ کے نقصانات:

3 اگست کو ہرات کے ضلع زندہ جان کا گورنر مارا گیا۔ 21 اگست کو مجاہدین نے صوبہ سمنگان کے ضلع دوآب میں جیٹ طیارہ مار گرایا۔ 24 اگست کو ہرات کے ضلع فارسی کے ضلعی گورنر کو ہلاک کر دیا گیا۔ 25 اگست کو صوبہ لوگر کا پولیس افسر مجاہدین کے حملے میں مارا گیا۔ اسی دن صوبہ بغلان میں سمنگان صوبائی کونسل کا ایک ممبر بھی مارا گیا۔ 27 اگست کو صوبہ جوزجان میں ایک ظالم کمانڈر اور اگلے دن صوبہ فراہ کے ضلع پرچمن میں ایک کمانڈر مارا گیا۔

نہتے شہریوں پر تشدد:

امریکا کی طرف سے نہتے شہریوں کی ہلاکتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اس مرتبہ کابل انتظامیہ نے عیدالاضحی کے موقع پر بھی غریب عوام کو جینے نہیں دیا۔ عیدالاضحی کے پہلے دن 11 اگست کو کابل انتظامیہ کے سفاک قاتلوں نے صوبہ لوگر کے دارالحکومت میں دو معمر افراد کو شہید کر دیا۔ ان جرائم کے سلسلے میں 16 اگست کو غزنی کے ضلع گیلان میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں خواتین اور بچوں سمیت 9 افراد شہید ہوگئے۔ 20 اگست کو سفاک درندوں نے صوبہ لوگر میں ان دو افغان شہریوں کو اپنے گھر میں دھماکہ خیز مواد پر بٹھا کر اڑایا، جو کافی عرصے کے بعد سعودی عرب سے اپنے گھر واپس آئے تھے۔ اس المناک واقعے کے اگلے روز بزدل دشمن نے ایک بار پھر ضلع لوگر کے علاقے ازرہ میں خواتین اور بچوں سمیت 8 افراد کو شہید کر دیا۔ 23 اگست کو امریکی فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک میں شادی کی تقریب پر ظالمانہ بمباری کی، جس میں 15 افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔ 25 اگست کو کابل کے ضلع موسی میں دشمن کے چھاپے میں ایک پیش امام اور چند کسان شہید ہوگئے۔ اسی طرح صوبہ لغمان میں امریکی فوج نے ایک اسپتال پر حملہ کیا، جس میں 5 شہری شہید ہوگئے۔ ان جیسے واقعات کی مزید تفصیلات امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

الفتح آپریشنز:

یکم اگست کو مجاہدین نے کابل میں پولیس چوکی پر حملہ کیا، جس میں 6 پولیس اہل کار مارے گئے۔ 5 اگست کو قندھار کے ضلع شاولی کوٹ میں ایک رابطہ کار مجاہد نے 14 پولیس اہل کاروں کو ہلاک کر دیا۔ 6 اگست کو ایک بار پھر کابل میں پولیس اسٹیشن پر حملہ کیا گیا، جس میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے شہروں میں گوریلا کارروائیوں کو کابل انتظامیہ کی جانب سے دیہاتوں پر وحشیانہ حملوں کا ردعمل قرار دیا۔

10 اگست کو صوبہ زابل کے دایچوپان اور ضلع سیوری مجاہدین کے کنٹرول میں آگئے۔ 22 اگست کو بدخشان کے ضلع کران ومنجان کی ایک بڑی معدنیات بھری کان پر مجاہدین کا کنٹرول ہو گیا۔ اگلے روز صوبہ خوست کے ضلع میندوزی میں کار بم دھماکے میں کمپاؤنڈ کے درجنوں اہل کار مارے گئے۔ 24 اگست کو مجاہدین نے فاریاب کا ضلع قرغان فتح کر لیا۔ 30 اگست کو مجاہدین نے تخار کا ضلع چاہ آب بھی فتح کر لیا۔ 31 اگست کو امارت اسلامیہ کے غیور مجاہدین نے صوبہ قندوز پر چار اطراف سے شدید حملے کیے اور شہر کے متعدد علاقے فتح کر لیے۔ ایک فوجی بیس کے تمام اہل کار سرنڈر ہو گئے۔ اس فاتحانہ کارروائی میں مجاہدین کو بھاری اسلحہ اور سامان غنیمت میں ملا۔ دشمن کے درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ اسی دوران ایک فدائی مجاہد نے دشمن پر فدائی حملہ کیا، جس میں بڑی تعداد میں قاتل اہل کار ہلاک ہوئے۔

امن مذاکرات:

2 اگست کو واشنگٹن پوسٹ نے امن مذاکرات پر تبصرہ لکھا کہ امریکا افغانستان سے اپنے ہزاروں فوجیوں کو واپس بلانے کی تیاری کر رہا ہے۔ اگلے روز دوحا میں آٹھویں دور کے مذاکرات شروع ہو گئے، جو 12 اگست تک جاری رہے۔ مذاکرات کے بعد فریقین نے پیش رفت کی بات کی۔ اس کے بعد بعض امریکی حکام نے فوجی انخلا سے متعلق متضاد خیالات کا اظہار کیا، جس کے ردعمل میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے ترجمان سہیل شاہین نے کہا کہ جب تک افغانستان پر ناجائز قبضہ برقرار رہے گا، جنگ بھی جاری رہے گی۔ 22 اگست کو مذاکرات کا 9 واں دور شروع ہوا، جو اگست کے اختتام تک جاری رہا۔

جمہوریت کے کارنامے:

2 اگست کو کابل انتظامیہ کے شکایات کمیشن کی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ اپنی انتخابی مہم کے لیے سرکاری وسائل اور مشینری استعمال کر رہے ہیں۔ جب کہ دنیا کے کسی قانون میں بھی برسر اقتدار شخص کو اپنی انتخابی مہم کے لیے سرکاری وسائل کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔ دوسری طرف صحافیوں کی تنظیم نے ایک خبر جاری کی ہے کہ گزشتہ ماہ میں صحافیوں کے خلاف تشدد کے چھ مقدمات درج ہوئے ہیں۔

فوج کا فرار اور سرنڈر ہونا:

عسکری اور سیاسی محاذوں پر مجاہدین کی مسلسل کامیابی کے ساتھ کابل انتظامیہ کے فوجی اور پولیس اہل کار راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ 2 اگست کو سیگار کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ ایک سال میں اجرتی فوج کی صفوں میں سے بیالیس ہزار فوجی فرار ہو گئے۔ ایک اور خبر کے مطابق بادغیس کے ضلع مقر میں نائب ضلعی سربراہ اپنے متعدد افراد کے ہمراہ مجاہدین کی صف میں شامل ہوئے۔

شرمناک اعتراف:

23 اگست کو اشرف غنی نے بے شرمی کے ساتھ اعلان کیا کہ 'ہماری سکیورٹی فورسز بین الاقوامی دنیا کی سلامتی کے لیے جنگ لڑ رہی ہیں۔ ہم نیویارک اور واشنگٹن کے تحفظ کے لیے قربانی دے رہے ہیں۔ ہماری قربانیوں کی بدولت امریکا محفوظ ہے۔' یہ وہ حقیقت ہے، جو کی وجہ سے امارت اسلامیہ 19 برس سے افغان اجرتی فورسز کے خلاف برسرپیکار ہے۔ کیوں کہ افغان فوج امریکا کے تحفظ کے لیے یہاں اپنے عوام کے خلاف جنگ میں مصروف ہے۔

جنگی جرائم اگست 2019

سید سعید

یکم اگست کو امریکی نے صوبہ بادغیس کے ضلع جوند کے علاقے قالی گردک میں شادی کی تقریب پر بمباری کی۔ جس میں پانچ شہری شہید اور متعدد زخمی ہوگئے۔ اسی دن صوبہ فراہ کے ضلع بکواہ کے علاقے کاریز میلے میں ڈرون حملے میں ایک کار تباہ ہوگئی اور دو شہری شہید ہوگئے۔ جب کہ 3 اگست کو امریکی اور افغان فوج نے صوبہ اروزگان کے ضلع دہراود کے علاقے چنتو میں چھاپہ مارا۔ گھروں کی تلاشی لی اور پھر اس علاقے پر بمباری کردی، جس سے چھ شہری شہید ہوگئے۔ اسی دن مشترکہ دشمن نے صوبہ غزنی کے ضلع زنخان کے گاؤں لولہ پر چھاپہ مارا۔ گھروں اور مسجد کے دروازوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا اور دو شہریوں کو شہید کردیا۔ جب کہ افغان فوج نے صوبہ غزنی کے ضلع خوگیانی کے عام کلینک اور چہار کلا گاؤں پر چھاپہ مارا۔ چھاپے کے بعد علاقے کو بمباری سے نشانہ بنایا گیا، جس سے کلینک کو نقصان پہنچا اور چھ بچے اور خواتین زخمی ہوگئیں۔

4 اگست کو صوبہ غزنی کے ضلع گیرو کے گاؤں ادریس خیل کے قریب امریکی ڈرون حملے میں چار شہری شہید ہوگئے۔ 5 اگست کو صوبہ لغمان کے ضلع علی نگار کی وادی نورلام میں افغان فوج نے ایک مکان پر چھاپہ مارا اور تین شہریوں کو شہید کردیا۔ اگلے دن صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے مہاجر میں پولیس کمانڈر بصیر ک نے لوگوں کے روایتی اجتماع پر حملہ کیا۔ عوام کی گاڑیاں جلادیں اور پانچ شہریوں کو شہید کردیا گیا۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے نہر سراج دیخ چال میں دشمن کے چھاپے میں دو عام شہری شہید ہوگئے اور چھ افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔ جب کہ 6 اگست کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان کے علاقے خیرالدین چیمبر میں ڈرون حملے میں موٹر سائیکل سوار دو شہریوں کو شہید کردیا گیا۔ اس ضلع کے نوکاریز کے علاقے میں عام شہریوں کی گاڑی پر ڈرون حملہ کیا گیا، جس میں سوار صوبہ خوست کے پانچ شہری شہید ہوگئے۔ اسی دن صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ کے علاقے موقانی میں ڈرون حملے میں چار خواتین اور ایک بچہ شہید ہوگیا۔ جب کہ صوبہ پکتیکا کے ضلع سرحوضی کے گاؤں مارزکو میں لوگوں کے گھروں اور گاؤں کی مسجد کے دروازے دھماکہ خیز مواد سے اڑادیے، جس میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔ اسی دن صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے مرکز میں پولیس نے ایک شخص کو شہید اور ایک خاتون کو زخمی کردیا۔ جب کہ صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود میں پولیس کی فائرنگ سے چار شہری شہید ہوگئے۔

11 اگست کو امریکی اور افغان فوج نے صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے کولالگو میں چھاپہ مارا اور گیارہ شہریوں کو شہید کردیا۔ جن میں کالج کے اساتذہ، طلباء اور عام شہری شامل تھے۔ انہیں اپنے گھروں سے نکال کر ان پر اندھا دھند فائرنگ کرکے انہیں شہید کردیا گیا۔ مقامی لوگوں نے اس کے خلاف شدید احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے واقعے کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ قاتلوں کو کڑی سزادی جائے۔ صوبائی حکام نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ یہ کہا کہ یہ آپریشن ان کی معلومات کے بغیر کیا گیا ہے۔ جب کہ 13 اگست کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے مرکز میں افغان فوج کی فائرنگ سے ایک خاتون سمیت تین افراد شہید اور تین بچے زخمی ہوگئے۔ علاقہ مکینوں نے لاشوں سمیت گورنر ہاؤس کے سامنے احتجاج کیا، جس پر پولیس نے گولیاں

چلا دیں، جس سے مزید پانچ مظاہرین شہید اور زخمی ہو گئے۔ اگلے دن 14 اگست کو صوبہ فاریاب کے مرکزی علاقے دولت آباد میں افغان فوج کی فائرنگ سے چار خواتین اور بچے شہید اور زخمی ہو گئے۔

15 اگست کو صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں قابض فوج کی بمباری سے 6 شہری زخمی ہو گئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع نکی کے علاقے اذان میں امریکی ڈرون حملے میں ایک کار میں سوار تین شہری شہید ہو گئے۔ اگلے دن 16 اگست کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان کے علاقے حضرت شاہ بازار میں امریکی فوج نے عام مسافر گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس میں سوار خواتین اور بچوں سمیت نو شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ 18 اگست کو صوبہ کابل کے ضلع موسیٰ کے گاؤں شنکی کے قریب امریکی ڈرون حملے میں دو عام شہری شہید ہو گئے۔ اسی طرح صوبہ ہلمند کے ضلع نکی کے علاقے بند میں امریکا نے ایک گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس میں دو عام شہری (باپ اور بیٹا) شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ زابل کے ضلع شہر صفا کے علاقے حاجی عبدالعزیز پمپ کے قریب امریکی اور افغان فوج کے ایک چھاپے میں چار شہری شہید اور چار زخمی ہو گئے۔ جب کہ افغان فوج نے صوبہ فاریاب کے ضلع خیبر کے مضافات میں واقع جامع مسجد اور مدرسے 'ابوذر غفاری رضی اللہ' پر بمباری کی۔ جس سے مسجد اور مدرسے کے کمروں کو نقصان پہنچا۔ کتابیں اور دیگر تعلیمی سامان جل کر خاکستر ہو گیا۔ اسی طرح صوبہ اروزگان کے ضلع چہار چینو میں امریکی اور افغان فوج کے چھاپے میں تین شہری شہید اور تین زخمی ہو گئے۔

19 اگست کو صوبہ لوگر کے دارالحکومت کے قریب دادو خیل کے علاقے میں قومی سلامتی کی اسپیشل فوج نے دو شہریوں کو دھماکہ خیز مواد سے تباہ کر دیا۔ طلوع نیوز نے اس حوالے سے ایک رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق شہدا کے اہل خانہ نے بتایا کہ این ڈی ایس کے اہل کاروں نے آدھی رات کو ان کے گھر پر چھاپہ مارا اور گھر میں گھس کر دو افراد 'محمد امین، جو حال ہی میں سعودی عرب سے آئے تھے اور 16 سالہ بیٹے' کو گھر کے احاطے میں نصب بم پر بٹھا کر اڑا دیا۔ محمد امین کے والد محمد رحیم نے میڈیا کو بتایا کہ اس کے بیٹے اور پوتے نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ اس واقعے کی تصدیق لوگر کے پولیس چیف نے بھی کی۔ ان کے مطابق تحقیقات کے لیے ایک وفد مقرر کیا گیا ہے اور تحقیقات کے بعد اس واقعے کی تمام تفصیلات میڈیا کو بتائیں گے۔ اسی دن افغان فوج نے صوبہ فاریاب کے ضلع چہل گزی کے علاقے ہزار قلعہ پر بمباری کی، جس سے ایک مکان تباہ ہو گیا اور خواتین اور بچوں سمیت دس شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔ جب کہ صوبہ لوگر کے صدر مقام دشتک میں مشترکہ فوج کے چھاپے میں دو شہری شہید ہو گئے۔

20 اگست کو صوبہ اروزگان کے ضلع چہار چینو کے علاقے ہوشی میں اجرتی فوج کی بمباری سے 8 شہری شہید ہو گئے۔ اگلے دن صوبہ قندھار کے ضلع میوند کے علاقے بند تیمور میں قابض فوج کی بمباری سے دو عام شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ اروزگان کے مرکز ترین کوٹ کے علاقے خانقی میں امریکی اور داخلی فوج کے چھاپے میں 5 شہری شہید اور ایک مسجد کو دھماکہ خیز مواد سے تباہ کر دیا گیا۔ اسی طرح صوبہ لوگر کے ضلع ازری کے علاقے قاسم خیل پر قابض فوج کے چھاپے میں خواتین اور بچوں سمیت 7 شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔

22 اگست کو افغان فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک کے گاؤں علی ہمت میں شادی کی تقریب پر ڈی توپ کے گولے داغے۔ جس سے ایک طالب علم 'قدرت اللہ' موقع پر شہید، جب کہ چھ خواتین اور بچے زخمی ہو گئے۔ صوبہ نیمروز کے ضلع خاشرود کے قلعہ نو علاقے میں امریکی اور افغان فوج کی مشترکہ کارروائی میں دو شہری شہید ہو گئے۔ اگلے دن صوبہ لغمان کے ضلع علی نگار کے علاقے سنگر میں سفاک دشمن کے چھاپے کے دوران تین شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے انگور میں ڈرون حملے میں

دو شہری شہید اور ایک شخص زخمی ہو گیا۔ جب کہ 24 اگست کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے قلعہ گزکاریز میں امریکی فوج نے ایک شہری گاڑی ڈرون پر حملہ کیا، جس میں سوار 3 شہری شہید ہو گئے۔ اسی طرح صوبہ کابل کے ضلع موسہی کے علاقے میاں خیل اور شاد خانہ پر قابض فوج کی چھاپہ مار کارروائی میں محلے کی مسجد کے پیش امام اور دو کسان شہید ہو گئے۔ اگلے دن 25 اگست کو قابض فوج نے صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل کے علاقے رخہ پر چھاپہ مارا۔ ایک خاتون اور تین افراد کو شہید کر دیا گیا۔

26 اگست کو قابض فوج نے لوگر کے ضلع پل عالم میں الحاج سدو خان ہسپتال میں خدمات انجام دینے والے ایک ڈاکٹر 'خیال محمد عادل' کو شہید کر دیا گیا۔ اگلے دن افغان فوج نے صوبہ بدخشان کے ضلع جرم کے علاقے اب رانگ میں رہائشی مقام پر بمباری کی، جس سے دو مکانات کو نقصان پہنچا اور مقامی لوگوں کو بہت بڑا مالی نقصان پہنچا۔ صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب کے علاقے سرخ سنگھ میں افغان فوج کی فائرنگ سے دو بچے شہید اور ایک خاتون اور ایک معصوم بچہ زخمی ہو گئے۔ جب کہ 28 اگست کو صوبہ خوست کے مرکز کے قریب مرتضیٰ خیل کے علاقے میں فوج نے ایک عالمِ دین 'مولوی فضل الرحمن' کو شہید کر دیا۔ اسی دن صوبہ لغمان کے ضلع علی شنگ کے علاقے شمکت میں سفاک دشمن کے چھاپے میں پانچ شہری شہید ہو گئے۔ شمکت کلینک کی پرانی عمارت اور نئی عمارت کو تباہ اور طبی سامان کو آگ لگا دی گئی۔ جب کہ صوبہ کابل کے ضلع پغمان کے علاقے برہ ارغندی میں سفاک دشمن نے چھاپے میں دو عام شہریوں کو شہید کر دیا اور پانچ دیہاتیوں کو حراست میں لے لیا۔ اسی طرح صوبہ غزنی کے ضلع ناوا کے گاؤں ملک الدین میں قابض فوج نے چھاپے کے دوران چار دیہاتیوں کو شہید اور چار دیگر شہریوں کو گرفتار کر لیا۔

29 اگست کو صوبہ بدخشان کے ضلع زیباک کے علاقے تیزاب میں فوج کی فائرنگ سے ایک شہری شہید اور متعدد مویشی ہلاک ہو گئے۔ اگلے دن اجرتی فوج نے صوبہ بدخشان کے ضلع جرم کے علاقے فرغامیر میں متعدد شہری مکانات کو نذر آتش کر کے لوگوں کو بہت بڑا نقصان پہنچایا۔ صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے علاقے بخاری قلعہ میں سفاک دشمن کی بمباری سے ایک شہری زخمی اور دو مکانات تباہ ہو گئے۔ نیز اسی ضلع کے علاقے خدائے مت میں افغان فوج کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہو گیا۔ ضلع گریزوان کے علاقے دو نقلعہ میں اجرتی فوج کی بمباری سے دو بچے اور ایک معمر شخص زخمی ہو گئے۔ جب کہ قابض فوج نے صوبہ غزنی کے ضلع گیلان کے بازار جہانگیر پر چھاپہ مارا۔ تین دکان داروں کو شہید کر دیا۔ بائیس دکانوں اور ایک ہوٹل پر بمباری کی اور لوگوں کی متعدد گاڑیاں جلا دیں۔ مشترکہ فوج نے صوبہ غزنی کے ضلع گیرو میں موسیٰ خیل، عبداللہ قلعہ، باتور کلی، پمپ اور بازار پر چھاپے مارے۔ ایک مسجد اور ایک شہری کو شہید کر دیا گیا۔ متعدد دکانیں دھماکہ خیز مواد سے تباہ کر دیں اور متعدد گاڑیاں جلا دیں۔ اسی طرح صوبہ زابل کے علاقے شاجوئی کے گاؤں موسیٰ زئی غونڈی پر قابض فوج نے چھاپہ مارا۔ جس میں 2 شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ بلخ کے ضلع نہر شاہی کے علاقے شہرک میں قابض فوج نے چھاپے کے دوران متعدد لوگوں کے گھروں کو دھماکہ خیز مواد سے تباہ کر دیا۔ مقامی لوگوں پر تشدد کیا اور تین شہریوں کو گرفتار کر لیا۔

31 اگست کو امریکی اور افغان فوج نے صوبہ بدخشاں کے ضلع بہارک اور وردج کے درمیان تین دیہاتوں میں چالیس مکانات کو جلا دیا۔ اسی طرح امریکی فوج نے صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ کے بازار پر چھاپہ مارا۔ جس میں 100 دکانیں، 2 کلینک، 4 ہوٹل، 3 آئل پمپ اور عام شہریوں کی کثیر تعداد میں گاڑیاں جلا دیں۔

ذرائع: 'بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لر اوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔'

اگست 2019 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	99	0	0	0	217	63	44	3	0	0
2-	ہلمند	157	0	0	0	220	195	37	13	10	0
3-	زابل	57	0	1	0	200	48	25	15	13	0
4-	روزگان	15	0	0	0	56	0	2	2	2	0
5-	ہرات	40	0	2	1	143	76	10	1	3	0
6-	فراہ	43	0	0	0	36	23	6	0	5	0
7-	بادغیس	23	0	0	0	47	56	7	8	17	0
8-	نیمروز	15	0	0	0	15	4	2	0	0	0
9-	غور	19	0	0	0	37	34	5	3	3	0
10-	فاریاب	14	0	4	0	25	30	2	0	4	0
11-	کونڑ	4	0	0	0	3	1	1	0	0	0
12-	نورستان	2	0	0	0	0	3	0	0	0	0
13-	غزنی	71	0	0	0	163	70	31	2	5	0
14-	خوست	41	0	0	0	45	33	12	0	0	1
15-	میدان وردگ	70	0	0	0	136	47	37	2	1	0
16-	لوگر	38	0	0	0	111	67	24	0	0	0
17-	کاپیسا	22	0	0	0	34	16	2	1	0	0
18-	پکتیا	87	0	0	0	110	72	15	0	0	0
19-	پکتیکا	27	0	0	0	45	43	7	1	0	0
20-	ننگرہار	39	0	0	0	68	58	10	1	2	0
21-	لغمان	21	0	0	0	22	16	2	0	0	0
22-	کابل	35	1	0	0	60	117	17	1	0	1
23-	پروان	24	1	7	4	16	10	9	1	0	1
24-	قندوز	24	1	0	0	43	61	5	9	12	0
25-	بغلان	25	0	0	0	36	29	10	0	0	0
26-	تخار	16	0	0	0	58	83	2	0	0	0
27-	سمنگان	3	0	0	0	1	1	0	0	0	0
28-	بدخشان	14	0	0	0	41	29	2	1	1	0
29-	جوزجان	17	0	0	0	39	22	2	1	1	0
30-	بلخ	83	0	0	1	175	161	38	1	0	0
31-	بامیان	3	0	0	0	5	4	0	0	0	0
32-	سرپل	31	0	0	0	6	8	1	3	4	0
33-	دای کنڈی	2	0	0	0	25	0	0	0	0	0
34-	پنج شیر	1	0	0	0	7	0	0	0	0	0
مجموعہ		1182	3	14	6	2245	1480	367	69	83	3

SHARIAT Monthly Islamic Magazine
8th Year September 2019

آگ کی لپٹوں میں خاکستر ہونے والا یہ ایک بکتر بند ٹینک نہیں ہے۔ دراصل یہ خود کو سپر پاور کہنے والا امریکا ہے، جو اسلحے کی طاقت کے لحاظ سے اپنے سے کمزور فریق طالبان سے جنگ ہار رہا ہے۔

اسلام تو بلند ہونے کے لیے آیا تھا۔ اسے بلند ہی رہنا ہے۔ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے والی ہر شے یوں ہی اُلٹ پلٹ کر دی جائے گی۔ ان شاء اللہ